ماہنامہ

حیات نو

جلد ۳۴ شمارہ ۱

صفر المظفر ۱۴۰۰ھ جنوری ۱۹۸۰ء

مجلس ادارت

انیس احمد فلاحی مدیر مسئول (بلریاگنج)

نسیم احمد غازی فلاحی (دہلی)

رضوان احمد فلاحی (مدینہ منورہ)

جاوید اشرف فلاحی (جامعۃ الفلاح)

عبید اللہ فہد فلاحی (")

قیمت فی شمارہ ایک روپیہ پچاس پیسے ۱/۵۰

سالانہ زر تعاون پندرہ روپے ۱۵/-

○

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ زر تعاون ختم ہو چکا ہے براہ کرم سالانہ زر تعاون مبلغ 15/- ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

(منیجر ادارہ)

آئینۂ ترتیب

دعوت فکر	حرم کی پاسبانی صرف مجاہدوں سے ممکن ہوگی (ادارہ)	۲
انٹرویو	افغانستان کا امام خمینی کون ہوگا؟ (عبد الہادی احمد)	۴
مطالعہ کی میز پر	قرآن کے رہنما اصول (عبید اللہ فہد فلاحی)	۱۶
	شریعت اسلامی کی امتیازی خصوصیات (شفیق عالم فلاحی)	۸
	جماعت اسلامی سے اختلافات کے حدود (مولانا اخلاق حسین قاسمی)	۳۱
عقابی روح جب...	ایران اور امریکہ کے درمیان تازہ ترین کشمکش (مشتاق احمد مجتبیٰ)	۲۴
سیدی مرشدی...	مولانا مودودیؒ — چند واقعات و تاثرات (حامد عبد الرحمٰن الکافؔ)	۱۳
وہ مرد فقیر اولی	ایک جہاں تاب چھپا مغرب میں (شبنم سبحانی)	۱۱
	اس صدی کا جو امام حرم انسانی رہا (جمال قریشی احمد آبادی)	۱۹
دل کی پکار	شہ کار (شبنم سبحانی)	
	(سید اسعد گیلانی)	۳۱
	(اسلم گیاوی)	
تبصرہ کتب	دعوۃ القرآن پر تبصرہ (مولانا عبد الحکیم ....)	۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرم کی پاسبانی صرف سجدوں سے نہیں ہوگی

فتنۂ حرم سے متعلق ۲۰ نومبر کی خبر نے سارے عالم اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ مختلف ملکوں کے مسلمانوں اور برصغیر کے حساس اسلام پسند طبقے شدید اضطراب و انتشار کا شکار ہوئے۔ بعد میں سعودی خبر رساں ایجنسی کی وضاحتوں اور مجرمین کو گرفتار کر لینے کی خبروں نے سکون و طمانیت سے ہمکنار کیا۔ لیکن ہمیں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ یہ مفسدین وادی نجران کے رہنے والے تھے جن کا عقیدہ و مسلک اور طریق کار زیادہ معروف نہیں۔ سعودی عرب میں تیل کی دولت نے نجد و حجاز کے تمام دروازے کھول دیئے ہیں۔ اب وہاں جدید تہذیب و تمدن کی حیرت انگیز ترقیوں کے ساتھ ہی تمام خرابیاں اور آلائشیں بھی داخل ہو چکی ہیں۔ ہمیں شبہ ہے اور جیسا کہ آیت اللہ خمینی نے آغاز میں کہا تھا کہ غیر معمولی ذہانت، بے پناہ ہوشیاری اور مکاری سے کام لینے والی اسلام دشمن طاقتوں نے انھیں آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

دشمنان اسلام کی اتنی بڑی جسارت کہ وہ قبلہ اول کو تہس نہس کرنے کے بعد خانہ کعبہ پر بھی نظریں جمائے ہوئے ہیں اور اس بین الاقوامی و آفاقی مرکز کو بھی اپنے کرنا چاہتے ہیں' اور ہماری یہ بے حسی کہ ہم اب بھی فروعی اختلافات کو ہوا دیتے چلے جا رہے ہیں اور اسے حرم پاک کی نگہبانی اور دین اسلام کی پاسبانی سمجھ رہے ہیں، الامان والحفیظ!

آج سرخ و سفید استعماری طاقتیں پرچم سبز کو نیچا کرنے کے لئے متحد ہو چکی ہیں، وہ آپس میں کتنا ہی اختلاف و انتشار کا شکار ہوں، اسلام کے خلاف ان کی دشمنی متحدہ ہے، اختلاف اسلام کو بانٹنے میں نہیں بلکہ عالم اسلام کو اپنا شکار بنا کر مال غنیمت بانٹ کھانے میں ہے، کون نہیں جانتا کہ ارض فلسطین سے عربوں کے انخلاء اور یہودیوں کی آبادکاری میں جہاں امریکہ نے بھرپور ساتھ دیا وہیں سرخ طاقت نے بھی درپردہ ان کی ہمنوائی کی، پھر آج عالم اسلام ایک ہی سوراخ سے دوبارہ ڈسے جانے کیلئے کیوں تیار ہے؟

جن طاقتوں نے حرم پاک میں فتنہ و فساد پھیلانے

کی ناپاک اور مذموم کوشش کی ہے وہی عالم اسلام میں انتشار باقی رکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں، آج ہم حرم پاک میں فتنہ و فساد کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں تو کیا یہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم آپس کے اختلافات فراموش کر کے ملت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوششیں کریں تاکہ ان دشمن طاقتوں کی سازش ناکام ہوجائے اور ہم متحدہ محاذ سے ان دشمنوں کے خلاف جدوجہد کریں۔

یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

چودہویں صدی ہجری کا آخری سال شروع ہوچکا ہے عالم اسلام میں پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر جشن منایا جا رہا ہے، اخبارات اداریے لکھ رہے ہیں، اسلامی تنظیمیں تقریبات منا رہی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ چودہویں صدی ہجری کے آغاز میں اسلام جس کس مپرسی کی حالت میں تھا آج حالت یکسر بدل چکی ہے، اب اسلام دفاعی نہیں بلکہ اقدامی پوزیشن میں ہے، اسے مکمل نظام کی حیثیت سے اپنایا جا رہا ہے، مختلف ممالک اس کا تجربہ کر رہے ہیں، مغربی دنیا بے لاگ اور بغیر کسی تعصب کے اس کا مطالعہ کر رہی ہے اور اسے امن و سکون اور روحانیت و آشتی اسلام ہی میں نظر آ رہی ہے۔ مولانا مودودیؒ کا یہ فرمان جلیل انشاء اللہ پورا ہوگا کہ آنے والی صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ اب کام نوجوانوں کا ہے کہ وہ اپنی بے پایاں خلوص اور مسلسل جد و جہد سے اس صدی پر اسلام کے نقوش ثبت کر دیں ہمیں اسلامی نظام کیلئے سر سے کفن باندھ کر نکلنا ہوگا۔

سوچئے آپ کیا تعاون کر سکتے ہیں؟

ماہنامہ حیات نو کے دو خاص نمبر نکل رہے ہیں۔

ایک "پندرہویں صدی ہجری نمبر" جس میں،

- ★ موجودہ صدی میں اسلام کی حالت
- ★ عالم اسلام میں چلنے والی اسلامی تحریکوں
- ★ عالم اسلام میں اٹھنے والی نئی لہر
- ★ آئندہ صدی میں اسلام کی اقدامی پوزیشن ۔ اور
- ★ پندرہویں صدی ۔ اسلام کی صدی

کا بھرپور تعارف ہوگا۔

اگر آپ صاحب قلم ہیں تو ہمیں مضامین ارسال کریں۔

اگر صاحب خیر ہیں تو ہمارا مالی تعاون کریں۔

اگر ایجنسی لے سکتے ہوں تو ایجنسی لے کر ہماری اس تحریکی مہم کو کامیاب بنائیں

دوسرا خاص نمبر "مکاتیب مودودیؒ نمبر" ہوگا جس میں صدی کے عظیم مجاہد مولانا مودودیؒ کے غیر مطبوعہ مکاتیب شامل ہوں گے، اگر آپ کے پاس مولانا مرحوم کا کوئی خط محفوظ ہو تو براہ کرم ارسال فرمائیں تاکہ ہم اس قیمتی دستاویز میں اسے شامل کر سکیں

ادارہ حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج
اعظم گڈھ ۔ یوپی ۲۷۶۱۲۱

حزب اسلامی کے قائد حکمت یار
سے
عبدالہادی اشعر کا انٹرویو

افغانستان کا امام خمینی کون ہوگا؟

افغانستان میں اشتراکی استعمار کے خلاف جہاد زوروں پر ہے۔ روسی ساخت کے طیارے اور ٹینک کا ٹیڑ گذشتہ ڈیڑھ برس میں ملک کے آدھے سے زیادہ حصے کو ویران کر چکے ہیں۔ ہزاروں شہید ہو گئے اور لاکھوں ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن انتہائی سنگین حالات میں بھی شمع حریت کے پروانے دیوانہ وار سرگرم عمل ہیں۔ انہیں مجاہدوں کے ایک گروہ کا نام "حزب اسلامی" ہے۔ جس کے سربراہ کا نام انجینئر گل بدین حکمت یار ہے۔ وہ چونکہ معرکہ خیر و شر میں عملاً شریک ہیں، اس لئے ان کی گواہی چشم دید ہونے کی بنا پر انتہائی قابل اعتبار ہے۔

اس ہفتے ہم نے جناب حکمت یار سے ایک گفتگو کے دوران میں افغانستان کے تازہ ترین حالات سے متعلق ان کا تجزیہ و تبصرہ معلوم کیا۔ طویل قامت اور دھان پان سا بدن رکھنے والے حکمت یار کو پہلی نظر میں دیکھ کر مشکل ہی سے اعتبار آتا ہے کہ ایسا شخص ایک زبردست عسکری تنظیم کا سربراہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان کے متشرع چہرے، تیکھے نقوش، دل آویز مسکراہٹ، روشن آنکھوں اور ہاتھوں میں تیزی سے گردش کرتی ہوئی تسبیح دیکھ کر زیادہ سے زیادہ ایک عالم دین کا تصور ابھرتا ہے۔ لیکن ان کی گفتگو اس تاثر کو تبدیل کر دیتی ہے۔ آیئے ان سے گفتگو کریں۔

س:- انجینئر صاحب! ترہ کی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کمزور شخص تھا، اس لئے حالات سے گھبرا گیا۔ حفیظ اللہ امین مضبوط حکمران ہے، چنانچہ اس نے حالات پر قابو پا لیا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

ج:- امین کے آنے سے یہ فرق ضرور پڑا ہے کہ عوام پر مظالم بڑھ گئے ہیں، اور بمباری میں شدت آ گئی ہے۔ ترہ کی کے دور میں بھی عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذمہ دار زیادہ تر یہی شخص تھا۔ اگر یہ تاثر صحیح نہیں کہ وہ کوئی مضبوط آدمی ہے۔ وہ محض ایک ایجنٹ ہے۔ ترہ کی بھی ایجنٹ تھا، وہ بھی [illegible] ظالم اور جاہل شخص تھا، جو غیروں کے اشارے سے [illegible] تھا، [illegible] بھی ظالم اور جاہل انسان ہے، ترہ کی کو روس نے زیادہ با اختیار بنایا تھا کہ اس کے پاس ایک ہی وقت میں وزیر اعظم، وزیر دفاع اور وزیر خارجہ کے عہدے تھے۔ یہ بے چارہ تو ترہ کی کی حیثیت سے بے اختیار بھی ہے۔ باخبر لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کی ترقی کتنی عبوری اور عارضی ہے۔

س:- آپ کی جدوجہد بہت طول اختیار کر گئی ہے۔ ڈیڑھ برس ہونے کو آیا، مگر ابھی تک حالات غیر واضح ہیں اور یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ جدوجہد کب اختتام کو پہنچے گی اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ یقیناً جنگ کی اس طویل کیفیت سے کیا عوام کا "مورال" متاثر نہ ہوگا؟

ج:- عوام کے مورال کو صرف اس صورت میں نقصان پہنچ سکتا ہے کہ اگر ہم پیش رفت نہ کر سکے ہوں، خدا کا شکر ہے کہ ہم مسلسل فتوحات حاصل کر رہے ہیں۔ یہ بات مجاہدین کے ذوق و شوق کو بڑھا رہی ہے۔

ایک جماعت برسراقتدار آئے گی تو دوسری لازماً اس کی مطیع بن جائے گی، اور اس کا قائد خود بخود امام خمینی (مستقبل قائد) بن جائیگا۔

س:- جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے مختلف گروپوں میں اختلافات موجود ہیں اور خود آپ کی جماعت "حزب اسلامی" بھی دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، آپ کے مختلف گروہوں کا طریق کار بھی مختلف ہے، بلکہ بعض اوقات تو ایک قسم کا تضاد بھی دکھائی دیتا ہے تو اس کے باوجود آپ کامیابی کے امیدوار ہیں، خدا کرے کہ آپ کامیاب ہو جائیں تو کیا آپ کوئی مستحکم اسٹیٹ یا حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

ج:- میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا اختلاف اس انقلابی طریق کار کا لازمی نتیجہ ہے جو اس وقت ہم اپنائے ہوئے ہیں، سیکڑوں مختلف مقامات سے لوگ جدوجہد کے لئے نکلے ہیں، پہلے سے کسی طے شدہ پروگرام کے تحت نہیں، بلکہ حالات نے انھیں ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا، ایسی افراتفری میں اختلافات کا ہونا فطری بات ہے، لیکن جب اسلامی انقلاب آجائے گا تو کسی مسلمان کے لئے اختلاف کی گنجائش نہ رہے گی۔ جو جماعت بھی بالآخر کمیونسٹوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوگی، دوسری جماعتوں کو اس کی قیادت و سیادت ماننا پڑے گی، انھیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا طریق کار درست تھا، آج جو لوگ آپ کو محض قیادت کے بخار میں مبتلا نظر آتے ہیں اور بغیر کسی جدوجہد کے اپنا مقام بنانے کی فکر میں ہیں، وہ اس تاریخی دوڑ میں گرد کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ اور افغان قوم اپنی قیادت اسے سونپے گی جو حقیقی معنوں میں قائد ہوگا۔ سورج بھی قوم تھا سے اسی قائد کے لئے منتظر ہے۔ (بہ شکریہ زندگی لاہور)

ایک نظر ادھر بھی :- یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ آپ اپنے تاثرات، رائیں اور قیمتی مشورے ہمیں ارسال کریں ہم "دل کی بات" کالم میں اسے شائع کریں گے۔ آپ کے تاثرات ہمارے لئے مشعل راہ ہوں گے۔

(ادارہ)

مفکر اسلام مولانا مودودیؒ

اپنے رب سے جا ملے ——— لیکن۔۔۔

آپ کے افکار، آپ کے پیش کردہ اصول اور آپ کی عزم ساز تحریریں تابندہ ہیں۔ ماہنامہ "حیات نو" کا "مجدد مودودی نمبر" ایک تحقیقی دستاویز ہوگا

جس میں:-

★ آنسوؤں سے استقبال، آنسوؤں سے خدا حافظ
★ اس صدی کا رجل عظیم اٹھ گیا
★ نوجوان فرط غم سے بیہوش ہوگئے (سفر آخرت کا آنکھوں دیکھا حال)
★ درس قرآن ★ پر مغز اداریہ ★ شعرا کا نذرانۂ عقیدت

اور بہت کچھ موجود ہے

قیمت صرف پانچ روپیے ہے لیکن سالانہ خریداروں کو ان کی خریداری ہی میں دیا جائے گا، اس خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھا کر سالانہ خریداروں میں اپنا نام شامل کروائیے

ماہنامہ حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج
اعظم گڑھ، یوپی ۲۷۶۱۳۱

حاصل کر رہی ہے

ج :- جنگ لڑنے کے لئے جذبے اور ایمان کی ضرورت ہے جنگ محض ہتھیاروں کے بل پر نہیں جیتی جا سکتی ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم بے سر و سامان ہیں، اور یہ بھی بجا کہ روس نے کابل کو اپنے جدید اسلحے کا گودام بنا رکھا ہے، لیکن اس کے باوجود مجاہدین کے قدم روکنے میں اسے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ جنگ کابل کے دروازوں پر ہو رہی ہے ہمارے ساتھی کابل کے جنوب اور مغرب کی سمتوں سے صرف ۴۰ کلو میٹر دور رہ گئے ہیں اور شمال اور مشرق کی سمتوں سے ۵۰ سے ۶۰ کلو میٹر تک، اکثر صوبوں پر حکومت کا تسلط صرف مرکزی شہروں تک محدود رہ گیا ہے اور بعض صوبوں میں صوبائی مراکز پر بھی حکومت کا کوئی کنٹرول باقی نہیں رہا، سڑکوں پر حکومت کا کنٹرول نہیں رہا۔ کابل کو قندھار سے ملانے والی شاہراہ پر بھی ہر موڑ پر ایک ٹینک کھڑا ہے ۔

س :- کیا آپ روس کی براہ راست مداخلت کا خطرہ محسوس نہیں کرتے ؟

ج :- ہم اس عقیدے کے لوگ ہیں کہ "جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جائیں انھیں مردہ مت کہو" ہمارا ایمان ہے کہ جو قوم اپنی مدد آپ کرنے پر تل جاتی ہے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے ہم محض اللہ کے بھروسے پر اپنے عقیدے کی حفاظت کی خاطر میدان جہاد میں اترے ہیں، اس لئے ہمیں یقین ہے کہ اللہ اپنی نصرت کا وعدہ ضرور پورا کرے گا، ہمارے سامنے ایران کا انقلاب بہت نزدیک کی مثال ہے، ایک ایسی حکومت جس کے پاس جدید ترین ہتھیار بھی تھے، بے پناہ دولت بھی تھی اور امریکہ جیسی سپر پاور جس کی پشت پر تھی، لیکن نہتے ایرانیوں کے جذبوں کے سیلاب کے سامنے وہ خس و خاشاک کی طرح بہ گئی، افغانستان میں بھی ان شاء اللہ ویسا ہی ہوگا، روس چاہے حمایت کرے یا فوجی مداخلت، بالآخر اس پر واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے شہادت کا راستہ اپنے لئے چن لیا ہے ان کا مقابلہ آسان نہیں ۔

س :- آپ نے ایران کی مثال پیش کی ہے، مگر ایران میں تو صرف زبردست عوامی قوت شاہ کے خلاف سڑکوں پر نکل آئی تھی بلکہ ان سب نے ایک ہی قائد اور رہنما کے پرچم کے نیچے چلنے کا فیصلہ بھی کیا تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ افغانستان میں معاملہ قدرے مختلف ہے، یہ بجا ہے کہ آپ کی جنگ سینکڑوں محاذوں پر لڑی جا رہی ہے اور لاکھوں عوام اس میں عملاً شریک بھی ہیں، لیکن کوئی ایک امام خمینی آپ کے پاس نہیں ہے، آپ مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں ۔

ج :- ایران اور افغانستان کے انقلاب کے طریق کار میں بنیادی اختلاف ہے، ہم نے اوپر سے تبدیلی کے بجائے نیچے سے اوپر جانے کا فیصلہ کیا ہے، محض شخصیت کی تبدیلی سے جو حکومتیں تبدیل ہوتی ہیں اور جو انقلابات آتے ہیں وہ وقتی ہوتے ہیں، کم از کم ہمارے ملک میں تو یہ طریقہ کبھی کامیاب ثابت نہیں ہوا ۔

جو لوگ فوج کے ایک گروہ کی حمایت کے بل پر اقتدار پر قبضہ جما لیتے ہیں، ان کو عوام کی تائید حاصل نہیں ہوتی اور نہ ان کے پیچھے کوئی نظریہ ہوتا ہے ۔ ایران کا اور ہمارا دوسرا فرق یہ ہے کہ ایران کے عوام نے ایک مطلق العنان شخص سے جنگ لڑی اور فتح پائی ہے جبکہ ہمیں افراد سے بھی لڑنا ہے اور نظریات سے بھی جنگ کرنی ہے، اسی لئے ہم نے گذشتہ ڈیڑھ برس میں ایک ایک گاؤں اور دیہات میں اسلامی انقلاب کا شعور جگایا ہے، ہم نے عوام کو جگایا اور ان کی عسکری اور فکری تربیت کی، انھیں ذہنی اور عملی طور پر آزادی کی راہ دکھائی ہے، حقیقی اسلامی انقلاب کی راہ یہی ہے ۔

باقی رہا ہمارے پاس کسی "امام خمینی" کا نہ ہونا تو کون یہ نہیں جانتا کہ ایران میں امام خمینی سے اختلاف رکھنے والے بے شمار گروہ تھے اور آج بھی موجود ہیں، لیکن حالات پر امام کی گرفت مضبوط ہوتے ہی ان کے مخالفین دب گئے اور اگر انھوں نے کوئی مخالفانہ اقدام کیا بھی تو ناکام رہے، ہمارے یہاں قیادت پر اختلاف ہے اور مختلف گروہ مختلف طریق کار بھی اپنائے ہوئے ہیں، لیکن جب

میں بھی برآمد ہوگا، جیسے واجب کی ادائیگی، ملکیت کی منتقلی اور حقوق کی تاسیس یا ان کا خاتمہ، سزا کا نفاذ اور ذمہ داری کی ادائیگی۔ لیکن جس طرح کسی فعل کا اثر دنیا میں مرتب ہوتا ہے اسی طرح اس کا ایک دوسرا اثر بھی ہے جو آخرت میں برآمد ہوگا یعنی آخرت کا ثواب یا عقاب۔

چونکہ شریعت کا مقصود لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب بنانا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ایسی وحدت ہو جس سے کسی جزو کو الگ نہ کیا جا سکے۔ یا ایسا کل ہو جو ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکے، کیونکہ اس کے بعض اجزاء کا اخذ کرنا اور بعض کو ترک کرنا اس کے منشا و مقصد کو پورا نہیں کرتا۔

جو شخص بھی قرآن کریم کی احکامی آیات پر غور کرے گا وہ یہی پائے گا کہ کسی بھی حکم کی نافرمانی پر دو طرح کی سزائیں مرتب ہوتی ہیں دنیاوی اور اخروی، چنانچہ راہزنی کی سزا قتل یا سولی پر لٹکانا یا ملک بدر کرنا دنیوی سزا ہے جبکہ دردناک عذاب اخروی سزا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

(جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ انھیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیے جائیں یا انھیں ملک بدر کر دیا جائے، یہ ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔)

بدکاری کو پھیلانے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت تراشی کی بھی دنیاوی و اخروی دونوں سزائیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (نور ۱۹)

(بلاشبہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بدکاری عام ہو ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں دردناک عذاب ہے۔)

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۔ (نور ۲۳ تا ۲۵)

(بیشک وہ لوگ جو پاکدامن، بدکاریوں سے ناواقف مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، اس دن جب ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں، ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے اس دن اللہ تعالیٰ ان کو ٹھیک طور پر ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق اور کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے۔)

قتل عمد یعنی کسی کو دانستہ قتل کرنے کی دو سزائیں ہیں۔ دنیا میں قصاص اور آخرت میں عذاب۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

یا ایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی

(بقرہ ۱۷۸)

(اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے سلسلے میں قصاص فرض کیا گیا)۔

نیز ارشاد ہے:۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فیها

(نساء ۹۳)

(جو دانستہ کسی مومن کو قتل کر دے اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہے گا)۔

چنانچہ ہمیں کوئی بھی ایسا حکم نہیں ملتا جس میں شریعت اسلامی نے دنیا و آخرت دونوں جگہ جزا و سزا کا ذکر نہ کیا ہو، اگر اس طرح کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس عموم کے تحت ہی

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ أَمَّا الَّذِينَ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ (سجدہ ۱۸ - ۲۰)

(کیا وہ شخص جو مومن ہو اس کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو، دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان کے لئے ٹھکانے کی جنتیں ہیں، ان کے اعمال کے بدلے مہمان داری کے طور پر۔ اور رہے وہ لوگ جو گمراہ ہوئے تو ان کا ٹھکانا نارِ جہنم (ہے)، جب کبھی وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا کہ چکھو آگ کا وہ عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

نیز:-

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (نساء ۱۳ - ۱۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے انہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا اسے جہنم کی آگ میں ڈالے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہیگا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔)

دین اور دنیا دونوں کے لئے شریعت اسلامی کے احکام کی متابعت محض دینی نہیں کی گئی ہے، بلکہ یہ شریعت کا منطقی تقاضا تھا، کیونکہ شریعت بنیادی طور پر یہ سمجھتی ہے کہ دنیا آزمائش کا گھر ہے جسے ختم ہو جانا ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والا گھر اور دنیا کی آزمائش کا بدلہ ہے۔ انسان نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہوگا، اس کی اس سے پوچھ تاچھ ہوگی اور اسے آخرت میں اس کا بدلہ ملے گا۔ اگر اس نے بھلائی کی ہوگی تو اس کا اچھا اجر پائے گا، اگر برائی کی ہوگی تو اس کا وبال بھی اس کو بھگتنا ہوگا، نیز ایسا بھی نہیں کہ دنیا میں کسی عمل کا بدلہ مل جانے سے آخرت کا بدلہ ختم یا ساقط ہو جائے گا، ہاں اگر انسان توبہ کر لے اور خدا کی طرف مائل ہو تو ایسا ممکن ہے۔

شریعت اسلامی انسان کے بنائے ہوئے قوانین سے قطعی الگ ہے، اس میں دین اور دنیا دونوں کا امتزاج ہے اس کی ضابطہ بندی دنیا و آخرت دونوں کے لئے کی گئی ہے، یہی وہ واحد سبب ہے جس کی وجہ سے مسلمان کھلے چھپے، خوشحالی و تنگحالی ہر حال میں اس کی اطاعت پر آمادہ رہتے ہیں، کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ اطاعت بھی ایک طرح کی عبادت ہے جو انہیں خدا کا مقرب بنا دیتی ہے اور اس اطاعت کے بدلے میں انہیں ثواب ملتا ہے، ایک مسلمان کسی جرم کا ارتکاب کر کے سزا سے بچ سکتا ہے لیکن وہ اس کا ارتکاب نہیں کرتا، کیونکہ اسے آخرت کی سزا اور ارتکاب معصیت کا خوف ہوتا ہے، یہی ساری چیزیں جرائم میں کمی امن و امان اور سوسائٹی کے استحکام میں تحفظ کا سبب بنتی ہیں اس کے برعکس خود ساختہ قوانین کا نفاذ جن لوگوں پر کیا جاتا ہے ان کے اندرون میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو انہیں ان کی اطاعت پر آمادہ کرے، یہ اسی حد تک ان کی اطاعت کرتے ہیں جہاں تک انہیں ان کی گرفت میں آنے کا اندیشہ رہتا ہے اگر کوئی شخص کسی جرم کا ارتکاب کر سکتا ہو اور قانون کی گرفت میں آنے سے مطمئن ہو تو اسے اخلاقیات یا کوئی دوسری چیز اس کے ارتکاب سے نہیں روک سکتی، یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں جو قوانین نافذ کرتے ہیں لیکن اخلاق کو نظرانداز کرتے ہیں، جرائم میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اعلیٰ طبقوں میں مجرموں کی کثرت ہوتی ہے، کیونکہ ان طبقوں میں اخلاق سب سے زیادہ بگڑا ہوتا ہے اور وہ بآسانی قانونی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔

(بقیہ آئندہ)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں — (ادارہ)

شبنم سبحانی

اک مہر جہاں تاب چھپا مغرب میں

اسلام کے بطل جلیل سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی وفات کی خبر سے متاثر ہوکر

گرد ماتم ہے جبینوں پہ افق تا بہ افق
اشک ہر دیدۂ بینا میں نظر آتا ہے
شعلۂ غم سے جھلسنے لگا کاشانۂ دل
درد دل ہر رخ زیبا کو ہے گہنائے ہوئے
خامشی اور اداسی ہے فضاؤں پہ محیط
بزم ہستی سے اٹھا کون، یہ کس کا فراق
کون رخصت ہوا کیسی ہے یہ آواز رحیل

ہاں وہ اک ملت بیضا کا ستارا ٹوٹا
ہاں وہ اک چاند سے محروم ہوئی بزم حیات
ہاں وہ اک مہر جہاں تاب چھپا مغرب میں
فیض سے جس کے درخشاں تھا عرب اور عجم
آج اس گل سے ہے اسلام کا گلشن محروم
جس کی خوشبو سے مہکتا تھا ہر اک دشت و جبل
جس کے چرچے تھے زبانوں پہ چمن تا بہ چمن!
شرق سے غرب تلک جس کی نگہ کا ساغر
جسے دیکھو اسے مخمور کئے جاتا تھا

رات اندھیری تھی کوئی شے نہ نظر آتی تھی

کس کو جرأت تھی جلائے کوئی آندھی میں چراغ
کس کو ہمت تھی کہ طوفاں میں پکڑے پتوار
اہل باطل تھے کہ بڑھ بڑھ کے رجز خواں تھے ادھر
اہل ایمان مگر سر بگریباں تھے ادھر
الاماں اہل حرم پہ تھا برہمن کا فسوں
اہل دانش بھی تھے دلدادۂ افکار فرنگ
پائے چوبیں تجدد پہ مسلط تھا وہ فلسفہ
جو کبھی گاہ تھی مذہب کے زیاں کاروں کی
فلسفے ڈھلتے تھے، مذہب تو ہے خلوت کیلئے
اس کو ایوان حکومت سے سروکار نہیں
اس کو مسجد سے نکلنے نہ دو بازاروں میں
پابہ زنجیر رکھو اس کو نہ آزاد کرو
ورنہ یہ ماضی تاریک کو دہرائے گا
عقل و دانش کی فتوحات پہ لگ جائے گا قفل
عصر حاضر کے تمدن کا مٹے گا عنصر
ارتقاء، حریت فکر کہ آزادی رائے
دور مذہب میں یہ سب پابہ سلاسل ہونگے
الغرض چاروں طرف ایک قیامت برپا
اہل حق کے لئے اس دور پر آشوب میں تھی

ہاں اس موسم بے رنگ میں اک طفل جلیل
اٹھا کہتے ہوئے ہاں ہاں "انا لھا اللہ"
اس کے انداز میں تھا گرد و غبار "لا تحزن"
اس کی رفتار میں تھا فاتح خیبر کا وقار
آگہی اس کے شبستاں کی تھی اک صبح حقیقت
اس کے اعمال کی خلوت میں تب و تاب جہاد
اس کے وجدان میں توحید کی ضو جلوہ فگن
کیا پراگندہ خیالی کا گذر ممکن ہو؟
شمع قرآں ہو جہاں خلوت دل میں روشن
اس کو بیمار تخیل کہوں یا کوہ وقار
ہوں نہ لرزاں رسن و دار سے بھی جس کے قدم
ڈگمگایا نہیں غوغائے حریفاں سے کبھی
کر نہیں پائے اے اہل حسد ہیں جبیں
گالیوں کا کبھی بدگوئی کا سیلاب آیا
اس کے دامن کو یہ سیلاب مگر چھو نہ سکا
اہل کینہ تو مبارز طلبی کرتے ہی رہے
کبھی ٹوٹا نہ سکوت لب تسبیح یقیں

اس کی عظمت سے تھا ایوان تعقل میں خلل
اس کی دہشت سے تھے لرزیدہ جہاں کے سفیر

اس سے تابندہ ہوئی رسم دیدہ وری
واشگاف اس نے کئے تم پہ خلافت کے رموز
اس نے بیدار کیا دل میں قیادت کا شعور
قلب ملت میں ہوا ذوق امامت کا وفور
اس کے ایمان کی ضو اس کے یقیں کا پرتو
آج ہر اہل نظر اہل تجسس پہ ہے محیط
آج اس سمت ہر اک قافلۂ فکر و عمل
گرم رفتار ہے جس سمت اٹھے اس کے قدم
اس کا خوں گرم ملت میں بقا کا وفور
اس پہ قربان ہے اسلام تری نشاۃ نو
اس کی راتوں کا گداز اس کی شبوں کا ایثار
رخ اسلام کا غازہ، رخ ایماں کا نور

کار تحریر جو اس اہل تدبر نے کیا
تا قیامت نہ فراموش کرے گا عالم
دین کو نشاۃ نو بخش کے رخصت وہ ہوا
لیکن اس کو نہ بھلا پائے گی تاریخ امم

جامعہ کے روز و شب

آباد رہے دل شاد رہے اے ساقی ترا میخانہ

ادارہ حیات نو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کر رہا ہے کہ جامعۃ الفلاح کی نظامت و اہتمام کی ذمہ داری مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی سابق امیر جماعت اسلامی ہند و رکن رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے قبول کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کو نظر بد سے بچائے اور جامعہ کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع عنایت کرے۔ آمین ـــ ایک اور خوش کن خبر یہ ہے کہ انجمن کے دو فعال عہدے مولانا ابوالکلام فلاحی نائب صدر انجمن اور ڈاکٹر اطہر ریحان فلاحی رکن شوریٰ مجلس انتظامیہ جامعۃ الفلاح کے ممبر بنائے گئے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ انہیں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کما حقہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حامد عبد اللہ حامد الکاف

مولانا مودودی —— چند واقعات چند تاثرات

اس کتاب کو مؤلف نے گرم گرم خون سے لکھا ہے
میں جماعت تبلیغ سے کیوں خفا ہو سکتا ہوں

(مجدد مودودیؒ)

ہم نے آخرت کے اس ٹھکانے کو ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو زمین پر برتری کے طالب نہیں ہوتے ہیں اور نہ فساد برپا کرتے ہیں (حقیقت تو یہ ہے) کہ انجام کار اہل تقویٰ کا بہتر ہے۔

یہ آیت کریمہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سن کر قلب سے لسان قلب پر منتقل ہو گئی، اس کا سبب ایک ایسا غم دکن اور موثر واقعہ ہے جو تقریباً تیرہ سال گزر چکنے کے باوجود آج میری نظروں پر اس طرح عیاں ہے، جیسا کہ پردۂ سیمیں پر تصویریں متحرک ہو رہی ہیں۔

جولائی ۱۹۶۶ء کی بات ہے، مولانا مرحوم رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیس کے اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے، قیام فندق شبرا میں تھا، ایک شام میں استاد محترم عمر بن عبد اللہ بن محفوظ صاحب کی معیت میں حاضر خدمت ہوا، جناب خلیل حامدی صاحب بھی تشریف فرما تھے، اسی باتوں میں شہید اسلام سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "معالم فی الطریق" کا ذکر آیا جس کا میں نے عدن میں قیام کے زمانے میں ترجمہ کر کے مولانا کی خدمت میں نظر ثانی اور اشاعت کیلئے روانہ کیا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ جناب سید قطبؒ کی شہادت کو زیادہ دن نہیں بیتے تھے، زخم ابھی ہرے تھے، ذکر آتے ہی مولانا محترم مجسم حسرت ہو کر بیٹھ گئے، گویا یہ شہید اسلام کی قدر و منزلت کی دلیل تھی۔ فرمایا کہ شہادت کی خبر سن کر تین رات نیند نہیں آئی دن انتہائی تکلیف دہ تھے، بڑی بے چینی کا عالم تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ان کی معرکۃ الآراء کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟ فرمایا پوری تو نہیں پڑھی ہے، بعض بعض مقامات دیکھے ہیں انہی سے ان کی فکر کا اندازہ ہو گیا ہے۔

میں نے موقع مناسب سمجھ کر کہا کہ بعض مقامات پر فکری غلطیاں پائی جاتی ہیں، جن کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے، میں نے تجویز پیش کی کہ مولانا آپ میرے ترجمہ پر مقدمہ لکھیں جس میں ان مقامات کی طرف اشارہ کریں اور صحیح افکار کی نشاندہی کریں

ان الفاظ کے میرے منہ سے نکلنے کی دیر تھی، مولانا کا غضب یکلخت بدل گیا، آواز میں تبدیلی آگئی، انداز نشست بھی بدل گیا، جوش میں آگئے اور قدرے بلند آواز میں فرمایا کسی کتاب پر مقدمہ لکھ دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے، لیکن جس کتاب کے

مقدار کتنے کا آپ مطالبہ کر رہے ہیں، اس کو مولانا نے گرم گرم خون سے لکھا ہے، اور اسلام کے لئے اپنی شہادت باہم وجود دی ہے، مزید یہ کہ یہ کتاب اپنی قوت بیانی، قوت استدلال اور خود لیاقت کی بنا پر حقیقت کے لحاظ سے دوستوں اور دشمنوں میں یکساں طور پر ممتاز مقام حاصل کر چکی ہے، اس سے لاتعداد لوگوں پر اسلام کی حقیقت آشکارا ہو رہی ہے، علمبرداران کفر اس کے مثبت اثرات سے خائف ہیں، ان حالات میں اس کتاب پر میرے قلم سے تنقیدی مقدمہ شائع ہونا، دشمنان اسلام کو ایک زبردست ہتھیار مہیا کرنا ہے اور وہ یہ پروپیگنڈہ کرنے لگیں گے کہ دیکھو دیکھو مودودی صاحب جن کی جانشینی سید قطب بڑی مضبوطی سے اپنی کتابوں میں اشارے کئے ہیں، سید قطب کی فکری لغزشیں بیان کر رہے ہیں، اس طرح اسلامی عناصر دفاعی پوزیشن میں آ جائیں گے، اس لئے حکمت کا تقاضا ہے کہ ان کی فکری خامیوں کی نشاندہی آنے والی نسلوں پر چھوڑ دیجئے یہ آپ کے اور میرے کرنے کا کام نہیں ہے۔

یوں تو مولانا سے محبت تحریک اسلامی کے بانی اور قائد ہونے کے ناطے تھی ہی، مگر اس جواب نے ان کو میری نگاہ میں اور اونچا کر دیا، سبحان اللہ! یہ شخص صرف اسلام اور محض اسلام کی برتری کا دل وجان سے خواہش مند ہے، وہ شہرت طلبی سے بالاتر ہے، وہ تبصرہ نگاری اور تنقید کے مرض سے آگے نکل چکا ہے اس کو تو صرف اسلام کا مفاد عزیز ہے، وہ تحریک اسلامی کو منتشر ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے۔

اسی حال میں ایک دن مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا، عصر کے بعد کا وقت تھا، جناب خلیل حامدی صاحب موجود نہیں تھے، وہ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ مولانا سے آخری ملاقات مقرر ہو چکی ہے، گو مولانا عادت ہی کی کوشش کرتے تھے، مگر مجھے بھی کہیں کہیں صحافیانہ عربی کی خاطر وضاحت کرنی پڑتی تھی، آخر کار میں ان سے رخصت کے لئے تیار ہونے لگا، جہاں مختلف سوالات مجھے زبان ایک

سوال جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے تعلقات کے بارے میں بھی تھا، مولانا نے برجستہ فرمایا، شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی کہ جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت میں کوئی اختلاف ہے، ہم نے کوئی دوکان نہیں کھول رکھی ہے کہ جہاں لوگوں کو جس سے بھی ہم نے سودا نہیں خریدا وہ ہمارا دشمن ہے، ہم اور وہ اسلام کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں اور وہ بھی اللہ کی طرف بلا رہے ہیں اور ہم بھی، اس لئے فطری طور پر ہم میں محبت ہونی چاہیئے، آپ خود غور کریں میں کیوں ان سے خفا ہو سکتا ہوں، کیا نماز کی طرف دعوت دینی اتنی بری بات ہے کہ مجھ پر غصہ سوار ہو جائے، کیا کلمہ شہادت پڑھانا اور اس کی تعلیم دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ میں ان پر اپنا جام غضب انڈیلنے پر تل جاؤں، اگر میں اسلام کا داعی ہوں تو یہ سمجھوں گا کہ وہ میرا ہی کام کر رہے ہیں، وہ کوئی نیا مذہب تو نہیں کفر اور شرک کی دعوت نہیں دے رہے ہیں کہ وہ ایک صف میں کھڑے ہو جائیں اور میں ایک صف میں کھڑا ہو جاؤں اور رسہ کشی کا آغاز کر دیں، اس کے برعکس ہم سب اسلام ہی کی صف میں کھڑے ہوئے ہیں اور ہمارے مقابل کفر اور جاہلیت کی صف ہے۔

اس پر انہوں نے کہا کہ ہم آئے دن اختلافات کی خبریں سنتے رہتے ہیں، شاید آپ ان کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں، اس پر مولانا نے کہا کہ افسوس، اصولوں اور طریق کار کے فرق کو دونوں طرف کے کم علم اور کم فہم لوگ نہیں سمجھتے، اس سے بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، مگر میری جماعت کا میرا دل اور ذہن دونوں مطمئن اور صاف ہیں، میں جانبین سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اس حقیقت کا ادراک کریں اور اپنی ساری قوتیں اسلام کی خدمت میں صرف کریں۔

اللہ اللہ! اتنی حقیقت پسندی اور عالی ظرفی ہے ان کے اور تبلیغی جماعت کے عمائدین کے اختلافات چھپے ہوئے نہیں بلکہ چھپے ہوئے ہیں۔

مگر مولانا نے جس باریک بینی سے ان کے حدود کا تعین

فرمایا اور اسلام کی خدمت کو سب پر مقدم قرار دیا وہ صرف ان ہی کا حق تھا۔ یہ بات صرف اسی مرد سے نکل سکتی ہے جو صرف اسلام کے مفادات کو ہر شخصی اور جماعتی مفادات پر مقدم سمجھے اور یہی اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان کے درمیان حد فاصل ہے۔

اسلام کی خدمت اور اس کا مفاد ہر ذاتی شخصی اور جماعتی عصبیتوں سے اونچا اور آزاد ہو کر !!!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اس بے نظیر اخلاص کی جزا بہتر سے بہتر عطا فرمائے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت کا مولانا کو بڑا احساس تھا۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں لندن میں گردوں کا آپریشن ہوا، بڑی نقاہت پیدا ہو گئی تھی، ڈاکٹروں نے سفر سے منع کیا اور آرام کی تاکید کی، ان ہی دنوں احمد آباد میں بڑے منظم انداز پر خون آشام فسادات ہوئے۔

مولانا آپ نہ لاسکے اور رابطۂ عالم اسلامی کے اجلاس میں ڈاکٹروں کے مشورہ کے برخلاف اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال کر شرکت کی۔

ایک پوری فائل تیار تھی، بالآخر قرارداد مذمت منظور ہوگئی۔ مولانا کی مسرت دیکھنے کے لائق تھی، فرمایا میں اپنے دل پر بڑا بوجھ محسوس کر رہا تھا، اب سکون نصیب ہوا، عالم اسلام کو ہم نے ایک بڑے زبردست خطرہ سے آگاہ کر دیا ہے، اور وہ ہے اندلس ثانی کی تکرار ہندوستان میں کی جھلک، ان فسادات میں نظر آتی ہے، اب عالم اسلامی، اس کے علماء اور سیاسی قائدین اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہیں۔

آخری دنوں مولانا کے ساتھ جدہ سے کار میں مکہ مکرمہ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے سلسلے جانا نصیب ہوا۔

مولانا چلنے پھرنے سے تقریباً معذور ہو چکے تھے۔ حرم شریف کے دروازے سے صرف چند قدم بمشکل چل سکے اور وہ بھی [illegible] سہارے ہاتھ پکڑ کر، دروازہ کی سیڑھیاں تیز تیز چڑھ کر گئے اور وہاں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ اس وقت حیدرآبادی انداز میں فرمانے لگے: جاوش صاحب (حیدرآباد میں عربوں کو جاوش کہتے ہیں)۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت لے لی ہے، خدا معلوم زندہ رہوں یا مر جاؤں، یہ کام تو بہر حال ہو گیا، یہ کہتے ہوئے مولانا بڑی مسرت محسوس کر رہے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کو ایک بڑی سعادت اور توشۂ آخرت تصور کرتے تھے۔ میں نے دل کھول کر اس درد بھرے دل والے کے لئے دعا کی۔

ایک بار مکہ کی جناب عمر بن عبداللہ بن محفوظ صاحب نے مولانا مرحوم کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی، اتفاق سے ان کو اچانک مدینہ منورہ جانا پڑا، اس طرح یہ دعوت میرے گھر میں منتقل ہو گئی، طے یوں ہوا تھا کہ عمر بن عبداللہ صاحب کے گھر سے بگھارے بیگن کا سالن اور دہی کی کڑھی آئے گی اور ہم کھچڑی اور میٹھے کا انتظام کریں گے، مولانا تشریف لائے کھانا چنا گیا، مولانا نے پہلا لقمہ منہ میں رکھتے ہی فرمایا دہی کی کڑھی مزیدار نہیں ہے، میں نے عرض کیا کہ عمر صاحب کے گھر پر تیار کی گئی ہے اور خالص حیدرآبادی پکوان کا تحفہ ہے۔ فرمایا آپ اصلی حیدرآبادی نہیں ہیں، آپ کو دہی کی کڑھی کھانے کا ذائقہ معلوم نہیں ہے، جناب دہی کی کڑھی ہمیشہ باسی کھائی جاتی ہے، تب ہی اس کا مزہ آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے اس مخلص بندے کو آخرت میں سرخرو فرمائے اور جنات نعیم میں ان کو اعلیٰ مرتبے سے نوازے۔

(بشکریہ دعوت دہلی)

دعائے مغفرت کی درخواست

انجمن کے خازن جناب عمران احمد قلانی کے والد محترم [illegible] انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف بڑے [illegible] اور مخلص مسلمان تھے۔ ادارہ حیات نو برادر مکرم کے غم میں برابر کا شریک ہے اور قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ حیات نو)

فرائڈ کے رہنما اصول

(اس سے پہلے اس مقالہ کی دو قسطیں جولائی [illegible] اور ستمبر [illegible] کے شماروں میں آچکی ہیں۔ سلسلہ کے لئے دونوں شمارے ملاحظہ فرمائیں)

نظریۂ فرائڈ پر بحث کرنے سے پہلے اس کے چند اصول رہنما جان لینا ضروری ہے تاکہ اس نظریہ کو مکمل طور سے سمجھ سکیں۔

۱۔ جس چیز کی ممانعت ہے اس کی خواہش ہونی چاہئے یعنی اگر لوگوں نے ایک چیز کے کرنے کی خواہش نہ کی ہوتی تو اس کے خلاف قانون اور رواج میں رکاوٹ کبھی نہ ہو سکتی تھی۔

اس اصول کے مطابق جس چیز کی جس قدر سختی سے ممانعت ہو اس کا اسی قدر زیادہ سختی سے خواہش بھی ہونی چاہئے۔ چنانچہ اپنے باپ کو مار ڈالنا، محرمات سے شادی کرنا اور قریبی اعزہ سے جنسی تعلقات وغیرہ خاص طور پر قابل نفرت فعل اور شدید جرم ہیں۔ ان سب کے ارتکاب کی اسی شدت کے ساتھ خواہش بھی ہونی چاہئے کہ جس کے روکنے کے لئے معاشرہ کو شدید مذمت اور سزا کی ضرورت پڑی ہے۔

۲۔ جس چیز کا خوف ہوتا ہے غالباً اسی کی خواہش بھی ہوتی ہے اور خوف دراصل خواہش کا نقاب ہوتا ہے۔ یعنی زندگی میں جو خوف پایا جاتا ہے وہ اکثر عجیب و غریب ہوتا ہے اور فرائڈ کو اس پر ناقابل قبول خواہشوں کے پردہ پوش ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

۳۔ کسی شخص کی عافیت سے متعلق غیر معمولی پریشانی ممکن ہے، اس کو مضرت پہنچانے کی غیر شعوری خواہش کا نقاب ہو اور یہ پریشانی اس خواہش پر پردہ ڈالے ہوئے ہو۔

انسان فرائڈ کی نظر میں

فرائڈ کی نظر میں انسان کی نفسیاتی ساخت کے تین درجات ہیں:-

پہلا درجہ شہوانی قوت (LIBIDO) ہے جسے عام طور پر ذات سفلی (Id) کہتے ہیں۔ (ماہرین تحلیل نفسی یہ لفظ لاشعوری ذہن کے لئے استعمال کرتے ہیں جس میں انسان کی دبی ہوئی خواہشات جمع رہتی ہیں) بنیادی طور پر یہ جنسی قوت ہے۔ اگرچہ ذات سفلی ایک بالمقابل تو منتشر ہے جس کا کوئی مسیر یا عنوان تو نہیں ہے مگر وہ کلی طور پر اپنے مالک کے تصرف میں پڑی ہے۔

دوسرا درجہ ذات (انا یا ایگو) کا ہے جو دراصل شعور ہے، جو شخصیت کا [illegible] سے برتاؤ کرتی اور نفس کی منتشر خواہشوں اور مادی و خارجی حقیقت کے درمیان رابطہ و ہم آہنگی پیدا کر دیتا ہے۔

اور تیسرا درجہ ذات اعلیٰ (Super Ego) کا ہے (ذات اعلیٰ ایگو کا وہ حصہ ہے جس نے اخلاقی و تعزیری کارکردگی

۱؎ مبادیات نفسیات ص ۱۴۹

کو اپنے ذریعے رکھتا ہے اور جس کا کام خارجی دنیا میں اپنے والدین اور ارباب اقتدار سے ملنا جلنا ہے۔ اس کی کارگزاریاں بیشتر لاشعوری ہوتی ہیں۔ جب ہم اس سے آگاہ ہو جاتے ہیں تو اسے ضمیر کہتے ہیں۔ بچے کے چہرے پر تہدید آمیز رویے کے جو اثرات موجود ہوتے ہیں ان کے ساتھ بچہ نفرت اور عداوت کے وہ میلانات بھی شامل کر لیتا ہے جو بچے عام طور سے اپنی من مانی باتوں سے روکنے والوں کی طرف محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح تہدید آمیز رویہ کے اثرات اور نفرت و عداوت کے میلانات مل کر سب انا کے خلاف صف آرا ہو جاتے ہیں۔ یوں ذات اعلیٰ ماں باپ اور دیگر ارباب اقتدار سے بھی ایک بڑا ہوا بن جاتی ہے اور سپر ایگو ایڈ سے اپنے تعلقات کی بنا پر انسان کو اپنی جنسی ناکامیوں، ذہنی الجھنوں اور دیگر پریشانیوں سے سزا دیتی ہے، بیماریوں اور حادثوں کا سبب بنتی ہے۔ فرائڈ کے نزدیک یہ ایڈیپس الجھن کا نتیجہ ہے، جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب بچہ اپنے باپ کی شخصیت کی نقل کرتا ہے اور اسی سے عشق اور کی الجھن پیدا ہوتی ہے، جو بچے کی ماں سے جنسی محبت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ باپ بچے کی اس خواہش کی تکمیل میں رکاوٹ بنتا ہے، جس سے بچے کے شعور میں محبت و نفرت بیک وقت جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ پھر بچہ اس کشمکش سے اس طرح پیچھا چھڑاتا ہے کہ وہ جبلی طور پر اپنے باپ کی شخصیت کی زیادہ سے زیادہ نقل کرتا جاتا ہے اسی الجھن سے ضمیر پیدا ہوتا ہے جو اپنی ناموافق جنسی خواہشوں کو دباتا اور جھکتا ہے تاکہ ذات انا کو باپ، معاشرہ، مذہب اور روایات کے بیرونی تسلط اور اس کی زیادتیوں سے محفوظ رکھ سکے۔[1]

لاشعور کے بارے میں فرائڈ بلاکس لاک بیٹھ کے کہتا ہے

"لاشعور اطلاقی جوانی خواہش کی ایک دیگ ہے، اس کے اندر کوئی نظم اور کوئی سوچا سمجھا ارادہ نہیں، صرف لذت کی خاطر جنسی خواہشات کی تکمیل کا جذبہ ہے، منطق کے قوانین بلکہ اضداد کے اصول بھی لاشعور کے عمل پر حاوی نہیں ہوتے، خلاف خواہشات ایک دوسرے کو زائل کئے بغیر اس میں پہلو بہ پہلو ہمیشہ موجود رہتی ہیں۔ لاشعور میں کوئی ایسی چیز نہیں جو نفی سے مشابہت رکھتی ہو، اور ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ فلسفی کا یہ دعویٰ کہ وقت اور فاصلہ ہمارے افعال کے لازمی عناصر ہیں، لاشعور کی دنیا میں غلط ہو جاتا ہے۔ لاشعور کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں جو وقت کے تصور سے علاقہ رکھتی ہو، لاشعور میں وقت کے گزرنے کا کوئی نشان نہیں اور یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے جس کے معنی سمجھنے کی طرف ابھی تک فلسفیوں نے پوری توجہ نہیں کی کہ وقت کے گزرنے سے لاشعور کے عمل میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، ایسی خواہشات محض جو لاشعور سے کبھی باہر نہیں آئیں، بلکہ وہ ذہنی تاثرات بھی جنھیں روک کر لاشعور میں دبا دیا گیا ہو لاشعور میں ہر لحاظ سے غیر فانی ہوتے ہیں اور سالہا سال تک اس طرح سے محفوظ رہتے ہیں گویا ابھی کل وجود میں آئے ہیں۔"[2]

مذہب و اخلاق فرائڈ کی نظر میں

فرائڈ کے خیال میں مذہب ایک بدترین جرم کی پیداوار ہے وہ اس طرح کہ ابتداءً اولیٰ کی کسی نسل میں بیٹیوں نے اپنی ماں میں زبردست جنسی کشش محسوس کی مگر باپ کا وجود اس گناہ کے راستے میں رکاوٹ بن گیا۔ اس پر اولاد نے یہ سازش کی کہ باپ کو قتل کر کے راستے سے ہٹا دیا جائے اور اس طرح ماں کو حاصل کر لیا جائے، چنانچہ ایک دن انھوں نے اپنی اس سازش کو عملی جامہ پہنا دیا، مگر فوراً ہی انھیں شرمندگی محسوس ہوئی اور احساس گناہ ان پر غالب آ گیا اس لئے انھوں نے عزم کیا کہ اپنے

---

[1] الاسلام والمادیۃ ص ۲۱-۵۹ [2] قرآن اور علم جدید ص۱۶۰

مردہ باپ کی یاد منائیں گے۔ اور اس کی مقدس یاد منانے کی خاطر بعض جانوروں کو مقدس قرار دے کر ان کا مارنا حرام قرار دے دیا، اسی سے دنیا کے اولین مذہب طوطمیت (Totemism) نے جنم لیا، اور اس کے بعد جس قدر مذاہب آئے ہیں وہ دراصل اسی احساس جرم کے مسئلے کا حل پیش کرتے ہیں، اگرچہ یہ مذاہب تہذیبی ارتقا اور اپنے وسائل کے فرق کی بنا پر مختلف ہوتے ہیں، مگر ان سب کی اصل صرف ایک ہی ہوتی ہے، یعنی باپ کے قتل سے پیدا ہونے والا ردعمل جس نے آج تک انسانیت کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور جو تمام تہذیبوں کا سرچشمہ بنا۔[1]

مذہب کی حقیقت صرف یہ ہے کہ بچہ بڑا ہو کر محسوس کرنے لگتا ہے کہ اب اس کے والدین اس کی حفاظت اور پرورش و پرداخت کرنے سے قاصر ہیں تو وہ ایک آسمانی باپ کی خواہش پیدا کر لیتا ہے، اور پھر وہ باپ اصلی باپ کی جگہ حکم و احکام کا سلسلہ جاری کرتا ہے۔ یا عام زندگی میں امن و سکون کی حالت اس وقت تک نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ انسان اپنی خواہشات کو دوسروں کے لئے قربان نہ کرے اور یہ ایثار و قربانی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک انسان کے سامنے اس کا کوئی معاوضہ نہ ہو، لیکن چونکہ دنیا میں کوئی حقیقی معاوضہ کی صورت نہ تھی اس لئے انسان نے تمام کے خیالی معاوضہ کی شکل تجویز کی، پھر خیالی معاوضہ ارتقائی مدارج طے کرتا ہوا مذہب کی موجودہ صورت کو پہنچا۔[2]

وہ کہتا ہے:-

مذہب زندگی کی امنگ کو کچل ڈالتا ہے کیونکہ مذہب کا سرچشمہ بدوی اور غیر مہذب دور کے لوگوں کی من گھڑت کہانی ہے، مگر اب چونکہ سائنس وجود میں آ چکی ہے اور انسانیت کی بہتر راہنما بن چکی ہے، اس لئے سائنس نے مذہب کی بگاڑ دی ہے، اس لئے مذہب کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی گا

اصول اخلاق دراصل سماج کی پیدا کی ہوئی ایک مصنوعی چیز ہیں تاکہ انسان کی جنسی خواہشات بے لگام ہو کر اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

"ضمیر سماج کا پولیس مین ہے جو انسان کے شعور میں پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے، نیکی و بدی کی تمیز محض فرضی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔"[1]

وہ کہتا ہے:-

پاگل، اس جیسے ہسٹریا کے مریض، مرگی زدہ ایسے مجنوں جن کے دماغ کے عضویاتی عمل میں کوئی خرابی نہیں ہے، عدالتی کٹہرے اور پھانسی کے تختے کی جانب جانے والے مجرم، سب لوگ ایسے ہیں جو دیوتا اور جنسی جذبہ کی قربان گاہوں پر نثار ہو گئے اور جو ان رکاوٹوں کی نذر ہو گئے جو فرد کے راستے میں کھڑی کر دی گئی ہیں، جو اس کی جبلتوں کو کچل ڈالتی ہیں، اس کے وجود کو پارہ پارہ کر دیتی ہیں اور اس کی زندگی کی امنگ کو مرتعاد دیتی ہیں، ان اضطرابات سے چھٹکارا پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ فرد کے راستے سے یہ تمام نقصان دہ رکاوٹیں ہٹا دی جائیں اور اس کے کچلے ہوئے جذبات کو روایات کے قید خانے سے آزاد کرایا جائے۔

اپنی کتاب - Three contributions to the sexual theory میں رغبت یا تصعید (لاشعور کا وہ طرز عمل جس کے تحت جنسی جذبہ یا جبلی توانائی کسی غیر جنسی دلچسپی میں تبدیل ہو کر سوسائٹی کے لئے قابل قبول

(بقیہ حاشیہ)

---

[1] اسلام اور جدید مادی افکار ص ۴۷ [2] لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر ص ۱۵۶ [3] قرآن اور علم جدید ص ۱۹

جمال قریشی احمد آبادی

اس صدی کا جو امام بزم انسانی رہا

جناب مدیر محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، گجرات کے مشہور و معروف اصلاحی شاعر، مسلم مجلس مشاورت کے سرگرم رکن، تحریک اسلامی ہند کے مخلص کارکن جناب جمال قریشی صاحب کی ایک نظم آپ کے موقر جریدے "حیات نو" میں بغرض اشاعت ارسال خدمت ہے۔ امید ہے کہ کسی قریبی شمارے میں شریک اشاعت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت کریں گے۔ شاعر موصوف جناب جمال قریشی صاحب نے یہ نظم مفکر اسلام مرحوم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے انتقال پر ملال سے متاثر ہو کر لکھی ہے، جس کو آپ نے احمد آباد کی قدیم جامع مسجد کے ایک عظیم تعزیتی جلسہ میں پڑھ کر سنائی تھی، شرکار جلسہ نے اسکو کافی سراہا۔ رفقاء تحریک اسلامی کے اصرار پر یہ آپ کو ارسال کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ شاعر موصوف کے جذبات و احساسات کو اپنے قارئین تک پہنچانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ فقط والسلام۔

آپ کا مخلص حسینی

اک مجاہد، اک مجدد، اک مفکر چل بسا
ایک داعی، اک محدث، اک مفسر چل بسا

روح کی تسکین، سکونِ دل، نگاہوں کا قرار
حامیِ دینِ پیمبر، ، رحمتِ پروردگار

قصرِ ملت کا محافظ، قصرِ شاہی کا حریف
جو تصور میں جواں تھا، جو نگاہوں میں ضعیف

ذہن میں جس کے مجدد کا نظام دل نشیں!
ناامیدی جس کے مشرب میں تھی توہینِ یقیں

سامنے جس کے رسولوں کا جمالِ جاوداں
کارواں جس کا رہا سنگلاخ راہوں پہ رواں

جو کبھی مڑ کر دیکھے وہ امیرِ ذی وقار
اڑ رہا ہے قافلے کے بعد میں کتنا غبار

فطرتاً عادی رہا جو شرک کی تردید کا
دل نشیں انداز جس کی دعوتِ توحید کا

چاک کر دی جس نے مصنوعی نبوت کی قبا
ہو گیا مبہوت ہر منکر حدیثِ پاک کا

جس نے سولی کی خبر سن کر کہا بے ساختہ
عین ممکن ہے زمیں پر موت کا ہو فیصلہ!

جرمِ حق گوئی جسے یوں لے گیا تھا دار تک
جیسے کوئی جا رہا ہو کوچۂ دلدار تک

جس کی اک اک آوازِ حق سے قلبِ باطل پیچ کش
جس کی خودداری نے توڑا خود پرستوں کا فسوں
جس سے خائف ہر گھڑی سب بولتے اصنام تھے
جھک گئے تھے جس کے آگے جہل کے سارے علم
جس نے یوں باطل سیاست کو کیا ہے بے نقاب
راہ سے ملت کی جو روڑے ہٹاتا ہی رہا
بندشیں پر جس نے جوانوں کے رکھا تقویٰ کا بار
جس کے فرمودات ہیں اسے دوست پتھر کی لکیر
جس پہ ہر دو طفل بھی تنقید فرمانے لگا
ڈھونڈ کر لائے کوئی ایسا فہیم و باخبیر
قوم کی فہم و فراست سے رہا جو فکر مند
طالب علم شریعت کے یہ احساسات ہیں
اپنے فرض منصبی سے اس قدر مجبور تھا

جس سے ٹکرا کر ہوا ہے ظلم ناحق پاش پاش
زعم رشدی تھا جس کے قدموں میں جا لیٹا سرنگوں
لرزاں ہر اقدام جن سے دشمن اسلام تھے
جس کو کہتا ہے زمانہ صاحب سیف و قلم
جس سے سیکھا نوجوانوں نے شعور انقلاب
طنز کے پتھراؤ میں بھی مسکراتا ہی رہا
دستگیروں کو تو یہ بھی بات گذری ناگوار
ان کو کیا سمجھیں ہمارے وقت کے روشن ضمیر
جس کو اپنا قد بہت چھوٹا نظر آنے لگا
جس سے ٹکرا کر مڑے ہوں سیکڑوں شوخی کے تیر
کر گیا ہے ہر طرف تعلیم کا پرچم بلند
مشعل نور ہدایت جس کی تصنیفات ہیں
شیخ جی کا قلب نازک جس سے چکنا چور تھا

جس کا مرہونِ کرم ذوقِ جہاں باقی رہا
اس صدی کا وہ امام بزمِ انسانی رہا

بقیہ فرائڈ کے رہنما اصول صفحہ سے آگے

ہو جائے اسکے زیر عنوان صفحہ پر لکھتا ہے۔
جنسی کجروی (Sexual Perversion)
کی تیسری قسم وہ ہے جس کے نتیجے میں رفعت کا عمل ابھرتا ہے کیونکہ اس صورت میں فرد کے جنسی رجحانوں سے نکلنے والی شہوانی قوت کو جنس کے علاوہ دیگر امور میں کھپا دیا جاتا ہے اور وہاں اس قوت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔
[illegible]
ہو سا کہتا ہے :۔
اخلاق خواہ اپنے علمی اور عمومی درجے ہی میں کیوں نہ ہو، مگر اس پر سائنسی جبر کے اثرات تو قائم

باقی صفحہ پر

ایجنسی کے شرائط

(۱) ایجنسی ۵ پرچوں سے کم پر نہیں دی جائے گی۔
(۲) [illegible] پرچوں تک ۲۵ ٪ کمیشن اور اس سے زیادہ منگانے پر ۳۳ ٪ کمیشن دیا جائے گا۔
(۳) [illegible] ایڈوانس جمع کرانا لازمی ہے
(۴) [illegible]
کیا جائے گا جسے ادا کرنا آپ کا فرض ہو گا۔
(۵) ہم اعتماد و تعاون کی فضا قائم کرنا چاہتے ہیں اس لئے وی پی بھیجنے سے قاصر ہیں۔ (منیجر ادارہ)

دل کی پکار!

سید اسعد گیلانی
اسلامی اکادمی ۱۰/س منصورہ نزد چونگی ملتان روڈ لاہور
۲/ دسمبر ۱۹۸۴ء

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ حیاتِ نو "سید مودودیؒ نمبر" ملا، بے حد مسرور ہوا کہ آپ نے ایسا مجلہ ہدیہ ارسال کیا۔ اس نمبر میں بہت سی نئی چیزیں سامنے آئی ہیں۔ اگر آپ مولانا محترمؒ کا مکاتیب نمبر نکال دیتے اور ہندوستان میں جن جن احباب کے پاس مولانا محترم کے مکاتیب ہیں، وہ اس نمبر میں سمٹ آتے تو یہ بھی ایک مفید کام ہوتا اور ان کے ذریعہ علم کے بہت سے گوشے منور ہو جاتے۔

اسی طرح مولانا محترم کی عمر کا بہت حصہ ہندوستان میں گذرا، خصوصاً یوپی، بھوپال، حیدرآباد دکن، بمبئی اور دہلی اور اورنگ آباد میں، اگر کوئی صاحب ہمت کر کے مولانا محترم کے قیام کے ان ایام کا ریکارڈ ان شہروں سے حاصل کرتے، ان کے مشاغل، حالات، سرگرمیاں، احباب اور مجالس وغیرہ تو اس سے بھی بہت سا تحقیقی مواد سامنے آتا۔

بہرحال آپ نے جو کچھ کام کیا ہے خوب ہے۔ میری کتاب "سید مودودی ـ بچپن، جوانی، بڑھاپا" جب چھپ جائے تو ہدیہ کا پیکٹ ارسال فرمانے میں ممنون ہوں گا۔ محترم مولانا

عبدالحسیب صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام عرض ہے۔
احقر: سید اسعد گیلانی

سید عبدالباری شبنم سبحانی
شعبۂ اردو، جی ایس پی جی کالج، سلطانپور
گھر کا پتہ:-
معرفت ہمدرد دواخانہ، سلطانپور (یوپی)

☆ ☆ ☆

برادرم! سلام مسنون۔

آپ لوگوں نے حیرت انگیز کام کر ڈالا۔ اتنی جلدی اتنا بسیط و عظیم نمبر! اگرچہ یہ دوراں کی ذاتِ گرامی پر مرتب کر کے پیش کیا جو آج اپنے فکر و عمل کی تابانیوں کی بدولت ہم سب لوگوں کے لئے زندہ ہو گئے ہیں، بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے مینارۂ نور بن گیا۔ خدا آپ حضرات کو جزائے خیر دے۔ کام کرنے کا سلیقہ آپ لوگوں کو آتا جا رہا ہے۔ میری [illegible] کتابت و طباعت اتنی جلد کیونکر اس قدر اطمینان بخش ہو سکی! البتہ بعض جگہ کتابت میں غلطیاں رہ گئیں۔ مضامین مولانا مرحوم کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو روشن کرتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ لوگوں کے لئے ایک گراں قدر دستاویز بن جائے گا۔

ایک طویل معریٰ نظم لکھ رہا ہوں، اصلاح کے بعد ارسال کروں گا، لیکن آپ کہاں تک انتظار کیجئے گا، اس کا ایک حصہ ارسال کر رہا ہوں۔

مولانا کے ابتدائی دور یعنی جب تحریک اسلامی کی بنیاد رکھی جا رہی تھی، یہ نہایت معلومات افزا و دلچسپی ڈالنے والا ایک انٹرویو، میں نے مولانا کے ایک قدیم رفیق سے لیا ہے، اسے میں اپنے مخصوص انداز میں لکھ رہا ہوں، یہ قسط عشرہ میں مکمل ہوگا، دیکھئے کب اشاعت کے لیے بھیجتا ہوں۔

آپ کا رسالہ کیا پاکستان بھی جاتا ہے، کیا وہاں کے رسائل سیارہ، اردو ڈائجسٹ، زندگی، اور عبارت وغیرہ کو آپ اپنا پرچہ ارسال کرتے ہیں، مطلع فرمائیں گے۔

آخر میں ایک شعر جو مولانا کی یاد میں ہے

اب یہ گرکھول کے سویا وہ عزیز دوراں
صبح آئی ہے تو ٹھہرا ہے سر شام چلے

آپ کے ایس۔ آئی۔ ایم کے اجلاس پر ایک نظم کا ایک شعر بھی سنئے۔

زیدی ہے مرے گلشن میں شگوفوں کی بہار
جیسے اک جھیل میں کھل جائیں کنول آٹھ ہزار

نوٹ:- یہ نظم میرے استاد معظم مولانا جلیل احسن ندوی صاحب کی خدمت میں بھی پیش کر دیں۔ فقط والسلام۔

محمد اسلم گیاوی
پوسٹ و گاؤں:- سید پور کھاپ
ضلع گیا۔ (بہار)

مکرمی و محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، بندہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے زندگی کی ساعتیں گذار رہا ہے۔ آپ سے ہمیں دو باتیں عرض کرنی ہیں، امید ہے کہ آپ ہماری ان دو باتوں کو قابل توجہ سمجھیں گے کیونکہ ہم لوگوں کی باتیں چھوٹا منہ بڑی بات کے مترادف ہوں گی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگوں نے جامعہ بنا سے جو جریدہ جاری کیا ہے، وہ ہم لوگوں کو بڑا پر لطف رہا ہے اور پڑھ کر خوشی بھی ہے کہ جو کام ہم لوگوں سے نہ ہو سکا وہ آپ لوگوں نے پورا کیا اور مجھ جیسے ناتجربہ کار سے جامعہ کی کارگزاری کو بتایا، آپ سے ہمیں احساس ہوتا ہے جیسے ہم جامعہ میں بیٹھے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور ساری باتیں ہمارے سامنے گزر رہی ہیں۔

معیار کے متعلق یہ کہنا ہے کہ ابھی کچھ اور بلند کرنا ہوگا، معیار ایسا ہو جیسا کہ مولانا مرحوم و مغفور کی کتابوں میں ملتا ہے اور عام فہم زبان میں اور آسان اردو تحریر، آپ نے سیدی کی نمبر جو پہلی بار چھپوایا تھا وہ بہت اچھا تھا، قرآن کی آیت آپ نے دی تھی، دوسری بار اس کو حذف کر کے دوسرے ٹائٹل سے نکلا اچھا نہیں لگا، کتابت دیکھ کر کاتب پر رونا آ گیا، معلوم پڑتا ہے کہ سیدی مرحوم کے نمبر میں ان کا قلم بھی بہک رہا تھا، اکثر جگہ غلطیاں ہو گئیں، کتابت صاف اور خوشخط ہونی چاہیے۔

کم از کم ایک مضمون "درس قرآن" استاذ محترم مولانا جلیل احسن صاحب کا ہونا چاہیے، اس وقت مدرسہ کے لیے نایاب ہستی ہیں، یہ ہماری بدنصیبی تھی کہ ان کے قریب رہ کر بھی ان سے فیض حاصل نہ کر سکے، اب کم از کم دوری سے تحریروں سے فیض ہو۔

آپ جناب مولانا جلیل احسن صاحب کو پر خلوص سلام عقیدت پیش کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے اللہ ہدایت دے اور صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے، بہت کچھ لکھنے کو رہ گیا ہے، امید ہے آپ اس بات کو مولانا تک عجز و انکساری کے ساتھ میری طرف سے پہنچا دیں گے۔

خوشخبری!

ماہنامہ حیات نو جس کا سالانہ زر تعاون پندرہ روپئے ہے، طلبہ اور لائبریریوں کو خصوصی رعایت کے ساتھ صرف دس روپئے میں مل سکتا ہے، آرڈر دیتے وقت طلبہ ادارہ کا تصدیق نامہ مع دستخط مہتمم اور لائبریری کے انچارج مہر کے ساتھ ارسال کریں، تاکہ ہمیں فرمائش کی تکمیل کے وقت دشواری نہ ہو۔

مولانا عبد الحکیم ایم۔اے۔بی۔ایڈ
(استاذ جامعۃ الفلاح)

تبصرۂ کتب

دعوۃ القرآن   تفسیر سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ
بڑے سائز کے ۱۷۰ صفحات ۔ ۸/- علاوہ
از جناب شمس پیرزادہ ۔ شائع کردہ ادارہ
دعوۃ القرآن ۵۵ محمد علی روڈ بمبئی ۳ ۴۰۰۰۰۳
کتابت وطباعت بہتر، کاغذ نفیس، ...

شمس پیرزادہ ہمارے جانے پہچانے آدمی ہیں قرآن و حدیث سے ان کو خصوصی شغف ہے، چنانچہ پچھلے پچیس سال سے مہاراشٹر کے علاقے میں قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے ہیں "دعوۃ القرآن" کی شان نزول یہ ہے کہ موصوف محترم کو ایک طویل عرصہ جیل میں نظر بندی کے دوران میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں میں بھی دعوتی کام کرنے کا موقع ملا، اس طرح غیر مسلم حضرات کے ذہن و فکر اور ان کی ضروریات کا ایک واضح نقشہ موصوف کے سامنے آیا، اس کے نتیجے میں خیال ہوا کہ طویل تفسیروں کے بجائے ایک جامع مگر مختصر تفسیر خصوصیت کے ساتھ ان حضرات کے استفادے کے لیے ہونا ضروری ہے، چنانچہ رہائی کے بعد موصوف نے ادارہ دعوۃ القرآن کی داغ بیل ڈالی اور مراٹھی زبان میں قرآن کے ترجمہ و تفسیر کا ایک منصوبہ تیار کیا، مراٹھی زبان میں پارہ اول و دوم کی تفسیر شائع ہوکر خاصی مقبول ہوئی، سورۂ بقرہ جب مکمل ہوئی تو اسے مراٹھی اور گجراتی زبانوں کے ساتھ اردو میں شائع کیا گیا تاکہ اردو داں حضرات بھی استفادہ کرسکیں۔

مؤلف موصوف نے عربی اور اردو کی مستند اور مقبول تفاسیر سے بھرپور مدد لی ہے اور غیر مسلم حضرات کے خصوصی افکار و نظریات پر بڑی دل نشین، شائستہ اور سنجیدہ گفتگو کی ہے، جہاں جہاں ضرورت پیش آئی ہے مغربی افکار و نظریات سے بھی تعرض کیا ہے، فاضل مؤلف نے اردو ترجمہ میں زیادہ تر تفہیم القرآن اور تدبر قرآن پر بھروسہ کیا ہے اور بعض دوسرے مترجمین کی طرح کہیں بھی آزاد روی نہیں اختیار کی ہے۔ زبان نکھری ہوئی، پُر اثر اور دل کش ہے۔ تفسیری حاشیے، ترجمے کی وضاحت و تشریح بڑے دل نشین انداز میں کرتے جاتے ہیں، البتہ بعض مقامات پر اتنے مختصر ہیں کہ تشنگی محسوس ہوتی ہے، مگر پیش نظر منصوبے کے تحت شاید ایسا کرنا ضروری تھا۔

امید ہے کہ کتاب ہر طبقہ میں مقبول و پسندیدہ قرار پائے گی کاغذ، کتابت و طباعت کے نقطۂ نظر سے یہ غالباً لاگت کے برابر ہی ہوگا، مقصد بھی یہی ہے کہ کتاب کو زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچایا جاسکے۔

آخر میں کتاب کے حسن و نفاست کے پیش نظر ایک مشورہ دینے کو دل چاہتا ہے، وہ یہ کہ متن کا خط قدرے اور جلی ہوتا تو بہتر ہوتا۔

ادارۂ حیات نو کتاب کے مطالعے کی پر زور سفارش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اسی نہج پر تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔ (آمین)۔

سفارت خانے پر قبضہ کے بعد

ایران میں تخریب کاری کا امریکی مبضوبہ بے نقاب

ایران اور امریکہ کے درمیان تازہ ترین کشمکش

(مشتاق بھٹی کے قلم سے)

ایران کے تقریباً چار سو طلبہ نے ۴ نومبر ۱۹۷۹ء کو امریکی سفارت خانہ تہران پر ہلہ بول دیا، پہلے پھاٹک توڑ دیا گیا اور پھر دیواریں پھلانگ کر سفارت خانے میں داخل ہو گئے، امریکی بحریہ کے دس بندوق برداروں نے کچھ مزاحمت کی جو جلد ہی ختم ہو گئی، طلبہ ڈنڈوں سے مسلح تھے، ان میں سیاہ لبادوں میں ملبوس طالبات بھی تھیں، ایرانی پولیس نے کوئی مداخلت نہیں کی اور نہ ہی انقلابی محافظوں نے جو پاس ہی کھڑے تھے، چنانچہ وہ تمام افراد جو امریکی سفارت خانے میں کام کر رہے تھے یرغمال بنا لئے گئے، اس وقت سفارت خانے میں تقریباً سو افراد کام کر رہے تھے، ان میں سے ساٹھ امریکی اور باقی ایرانی تھے۔ امریکی سفیر بروس لینگن اتفاق سے ایرانی وزارت خارجہ کے دفتر میں کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ انھیں جب امریکی سفارت خانے پر قبضے کا پتہ چلا تو انھوں نے وہیں وزارت خارجہ میں پناہ لے لی، اسی طرح چند اور افراد بھی جو سفارت خانے سے باہر تھے یرغمال بننے سے بچ گئے، امریکی سفیر کو پناہ دے دی گئی اور حکومت امریکہ سے رابطہ رکھنے کی اجازت بھی۔

پر جوش طلبہ نے سفارت خانے کی عمارت سے امریکی جھنڈا اتار کر اس کی جگہ ایک اور جھنڈا لگا دیا جس پر اللہ اکبر لکھا ہوا تھا، سفارت خانے کی لائبریری میں امام خمینی کی تصویریں آویزاں کر دی گئیں اور دیواروں پر امریکہ کے خلاف نعرے لکھ دیے گئے لیکن انھوں نے سفارت خانے کے نازک سامان اور آلات کو کوئی نقصان نہ پہنچایا، ادھر طلبا اپنی کارروائی میں مصروف تھے اور ادھر عمارت کے باہر عوام اور طلبہ کی کثیر تعداد اس اقدام کی حمایت میں مظاہرہ کر رہی تھی، انھوں نے امام خمینی کی بڑی بڑی تصویریں اور صدر کارٹر کے کارٹون اٹھا رکھے تھے، وہ آیات قرآنی کا ورد کر رہے تھے اور انقلابی اشعار پڑھ رہے تھے اور وقتاً فوقتاً مرگ شاہ، مرگ کارٹر کے نعرے بھی لگا رہے تھے، ہر طرف جوش و خروش کا عالم تھا، مسلح پولیس اور انقلابی محافظوں نے سفارت خانہ کی عمارت کو گھیرے میں لے رکھا تھا تاکہ عام لوگ عمارت میں داخل نہ ہونے پائیں، بحریہ اور فضائیہ کے جوانوں نے بھی مظاہرہ میں حصہ لیا، مزدوروں سے بھرے ہوئے کئی ٹرک بھی وہاں پہنچ گئے، جن طلبہ نے

سفارت خانے پر قبضہ کیا، انھوں نے اپنے آپ کو امام خمینی کا وفادار کہا، اور مطالبہ کیا کہ شاہ اور اس کی ملکہ کو ایران کے حوالے کیا جائے تاکہ ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ یہ مطالبہ تسلیم ہونے تک سفارت خانے پر قبضہ جاری رہے گا۔

طلبہ کے ایک ترجمان نے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا کہ امام خمینی نے ہمارے اس اقدام کی منظوری دے دی ہے، یرغمالیوں کے ساتھ اسلامی احکام کے مطابق اچھا سلوک کیا جائے گا۔ ہم نے سفارت خانے پر اس لئے قبضہ کیا ہے کہ دنیا کی توجہ امریکی پالیسی کی طرف مبذول کرائیں، ہم امریکہ کے ناپاک عزائم کے خلاف ہیں اور اس کے منصوبوں کو طشت از بام کردیں گے، ہم خمینی کے فرمودات کے مطابق عمل کر رہے ہیں، یہ اللہ کا راستہ ہے اور ہم اس پر گامزن رہیں گے۔ اس نے مظاہرین کو کہا کہ وہ اس معاملے میں دخل نہ دیں اور انھیں کام کرنے دیں۔

تہران کے سفارت خانے پر قبضے کے بعد دوسرے دن شیراز اور تبریز کے قونصل خانوں پر قبضہ کر لیا گیا، طلبہ نے تہران میں برطانوی سفارت خانے پر قبضہ کر لیا، اس خیال سے کہ اس نے شاہ پور بختیار سابق وزیر اعظم ایران کو پناہ دے رکھی ہے لیکن برطانیہ کی اس وضاحت کے بعد کہ برطانیہ نے شاہ پور بختیار کو کوئی پناہ نہیں دی اور وہ فرانس میں ہیں قبضہ اٹھا لیا گیا۔ طلبہ نے عوام سے اپیل کی کہ وہ کسی امریکی یا غیر ملکی کو تنگ نہ کریں تاکہ ایران پر غیر شائستگی کا الزام نہ رکھا جا سکے۔

کیا یہ طے شدہ منصوبہ تھا؟

طلبہ کے احتجاج کا یہ انوکھا طریقہ ہے، بین الاقوامی سفارتی آداب بظاہر ایسے اقدام کی تائید نہیں کرتے، خود اسلام سفیروں کے مراتب کا خاص خیال رکھتا ہے تاہم طلبہ کا کہنا ہے کہ ہمارے اقدام کو امام خمینی کی تائید حاصل ہے اور بعد کے واقعات اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ اقدام امام کے منشا اور مرضی کے بغیر نہیں، گذشتہ دو تین ہفتوں سے امام خمینی کا لب و لہجہ شاہ اور امریکہ کے خلاف مزید سخت ہو گیا تھا، اپنے ایک خطاب میں انھوں نے طلبہ سے کہا تھا کہ انھیں سامنے آنا چاہئے اور انقلاب دشمن طاقتوں کو ختم کرنے میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہئے، معلوم ہوتا ہے کہ سفارت خانے پر قبضہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا، اگرچہ شروع شروع میں حکومت اس معاملہ میں غیر جانبدار رہی، لیکن بعد میں اس نے طلبہ کے اس اقدام کی تائید کر دی، طلبہ نے اس کے پہلے بھی ایک بار امریکی سفارت خانے پر قبضہ کر لیا تھا لیکن ایران کے اس وقت کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ابراہیم یزدی کی مداخلت پر سفارت خانہ واگذار کر دیا گیا تھا لیکن اب کے حکومت کی طرف سے طلبہ پر کوئی ایسا دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ اس کے کیا محرکات ہو سکتے ہیں؟

ایران میں انقلاب کے بعد شاہ اور اس کے حواریوں کے خلاف عوام میں غم و غصہ کا شدید جذبہ موجود تھا، چنانچہ تمام شاہ پسند محاسبہ کی عدالت میں کھڑے کر دیے گئے تھے، شاہ کو بھی انقلابی عدالت موت کی سزا سنا چکی ہے اور اسے زندہ یا مردہ حالت میں پیش کرنے پر عدالت کی طرف سے انعام بھی مقرر کیا گیا ہے، امام خمینی بھی شاہ کو ایران کا دشمن نمبر ایک قرار دیتے رہے اور ان کا مطالبہ تھا کہ کوئی ملک شاہ کو پناہ نہ دے کیونکہ شاہ ایک قومی مجرم ہے اور حکومت ایران اس کے خلاف مقدمہ چلانے کے لئے اسے ایران لانا چاہتی ہے۔

شاہ ایران ملک سے نکلنے کے بعد بے خانماں پھر رہے ہیں، مصر اور مراکش میں مختصر سے قیام کے بعد جزائر چلے گئے تھے اور وہاں سے وہ ٹورسٹ ویزا پر میکسیکو میں ایک بہت بڑے محل میں فروکش تھے، اب جب شاہ بیماری کے عذر پر نیویارک کے سینٹرل میڈیکل سنٹر میں علاج کے لئے داخل ہوئے تو امام خمینی نے محسوس کیا کہ یہ بیماری نہیں ایک بہانہ ہے اور امریکہ ۱۹۵۳ء کی طرح (ڈاکٹر مصدق کے زمانے میں) شاہ کو کسی نہ کسی طرح پھر برسر اقتدار لانا چاہتا ہے۔ یہ شبہ بلاوجہ نہیں کیونکہ جب حکومت ایران نے کہا کہ ایران کے دو ڈاکٹروں کو بھی امریکی اجازت دی جائے کہ وہ شاہ کا معائنہ کر کے اطمینان حاصل کریں

کہ شاہ واقعی بیمار ہیں تو امریکی حکومت نے اس کی اجازت نہ دی [illegible] کو مزید شبہ ہے کہ امریکی سفارت خانہ جاسوسی اور سازشوں کا گڑھ ہے۔ اور گذشتہ زمانے میں تو یہ سفارت خانہ اس مرکز اقتدار تھا۔ اس شبہے کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ جب طلبہ نے سفارت خانے کی دستاویزات کی ورق گردانی کی تو انہیں ایسے کاغذات ملے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی سفارت خانہ ایران کے اندرونی معاملات میں دخل انداز ہوتا رہا ہے اور مزید سازشیں کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ذمہ دار حلقوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر یہ دستاویزات منظر عام پر لائی گئیں تو کئی واٹر گیٹ اسکینڈل سامنے آ جائیں گے۔ ان شواہد کی موجودگی میں یہ کہنا کہ سفارت خانے پر قبضہ بین الاقوامی روایات کے خلاف ہے، درست نہیں، کسی غیر ملکی سفارت خانے کی کسی ملک کی اندرونی سیاست میں دخل اندازی بھی آداب سفارت کے خلاف ہے۔

یرغمالیوں سے سلوک

جہاں تک یرغمالیوں کے ساتھ سلوک کا تعلق ہے، ایسے الزام کو رد کرنے کے لئے کہ ان سے برا سلوک کیا جا رہا ہے، بین الاقوامی برادری کو دعوت دی ہے کہ وہ خود آ کر دیکھ لیں کہ یرغمالیوں سے کیا سلوک کیا جا رہا ہے، چنانچہ الجزائر، شام، سویڈن اور فرانس کے نمائندوں نے یرغمالیوں سے ملاقات کی اور اس بات کی تصدیق کی کہ تمام یرغمالی ٹھیک ٹھاک حالت میں ہیں۔ عالمی ریڈ کراس سوسائٹی نے بھی معائنے کے بعد اس امر کی تصدیق کی ہے کہ یرغمالیوں کی حالت معمول کے مطابق ہے اور انھیں کوئی تکلیف نہیں دی جا رہی ہے، چنانچہ اسی سلسلے میں طلبہ نے ایک یرغمالی کی آنکھوں پر پٹی اور ہاتھ سامنے سے باندھ کر سفارت خانہ کے دروازے کے باہر عوام کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس نے شرٹ اور پتلون پہن رکھی تھی اور اس کی صحت ٹھیک ٹھاک تھی۔ طلبہ نے کہا کہ ان کے ہاتھ اور آنکھوں پر پٹی اس وقت باندھی جاتی ہے، جب انھیں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لے جانا پڑتا ہے۔

ان یرغمالیوں نے ایک یادداشت پر دستخط کئے ہیں جن میں انھوں نے صدر امریکہ سے کہا ہے کہ وہ شاہ کو حکومت ایران کے حوالے کر دیں۔ ایک یرغمال نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ اس یادداشت پر دستخط کرنے کے لئے ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ یرغمالیوں کی خواہشات پوری کرنے کے لئے حکومت ایران پورا پورا تعاون کر رہی ہے۔

حکومت ایران کا ردعمل

تہران کے امریکی سفارت خانہ پر طلبہ کے قبضہ کے بعد حکومت ایران پہلے تو خاموش رہی، پھر وزارت خارجہ نے اسے شاہ اور امریکہ کے خلاف ایک فطری ردعمل قرار دیا اور کہا کہ یہ نفرت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے، کیونکہ امریکہ اور شاہ نے ایران کو بے انتہا نقصان پہنچایا ہے۔ چنانچہ بعد میں اس استدلال کی بنا پر طلبہ کے اقدام کی تائید شروع ہو گئی۔ وزارت خارجہ نے امریکہ سے کہا کہ وہ شاہ اس کی بیوی اور اس کی تمام املاک کو ایران واپس کر دے۔ بیماری کے ثبوت کے لئے ایرانی ڈاکٹروں کو شاہ کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر شاہ واقعی بیمار ہے تو اس کی صحت یابی کا انتظار کیا جا سکتا ہے لیکن یہ انتظار بہت طویل نہیں ہو سکتا۔ اگر شاہ امریکہ [illegible] بہت حد تک صاف ہو جائے گی۔ [illegible] وزیر خارجہ ابوالحسن بنی صدر نے امید ظاہر کی کہ معاملہ خوش اسلوبی سے نمٹا لیا جائے گا۔ انھوں نے مقیم غیر ملکی نیوز ایجنسی کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں انہوں نے وضاحت کی کہ شاہ ایران کا مجرم ہے۔ ایرانی عدالت کو وہ اپنے خلاف غداری اور قتل کے مقدمات میں مطلوب ہے۔ اس کی گرفتاری کا پروانہ جاری کیا جا چکا ہے۔ اپنے مجرم کو پناہ دے کر دنیا بھر کی ایرانی قوم کو دشمن بنا لیا ہے۔ اس لئے تمام دنیا سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ انصاف کے حصول کے لئے حکومت ایران کا ہاتھ بٹائے۔ شاہ پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اسے اپنے دفاع کی تمام سہولتیں حاصل ہوں گی اور ہم دنیا بھر کو اس عدالتی کارروائی کو دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ خود صدر کارٹر اسے دیکھ [illegible] سمجھتے ہیں انھوں نے

نے کہا کہ سابق شاہ کو پناہ دینا ایسا ہی ہے، جیسے ہٹلر کو سوئٹزرلینڈ میں پناہ دی جائے۔ سابق شاہ اس صدی کا سب سے بڑا مجرم ہے اور اسے کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے۔

ایران کے انقلابی رہنما امام خمینی نے کہا ہے کہ شاہ ہمارا دشمن نمبر ایک ہے اور اس لحاظ سے اس کو پناہ دینے والا امریکہ بھی ہمارا دشمن نمبر ایک ہے، انھوں نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انھیں یقین رکھنا چاہئے کہ امریکہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا، وہ اس سلسلہ میں دخل انداز نہیں ہو سکتا، دنیا بھر کے لئے یہ خطہ بہت اہم ہے اور امریکہ دنیا بھر کے خلاف کچھ نہیں کرے گا اگر امریکہ کچھ کر سکتا تو شاہ کو بچانے کی کوشش کرتا۔ اب اگر امریکہ نے ایسی کوئی حرکت کی تو ایرانی قوم بھی جوابی کارروائی کرے گی خمینی نے طلبہ کے اس اقدام کو انقلابی قدم کہا۔ ایران کے دوسرے مذہبی رہنماؤں نے بھی اس اقدام کی تائید کی ہے، دستور ساز اسمبلی کے ایک رکن آیت اللہ بہشتی نے ریڈیو اور ٹی وی پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ سے اب تک سفارتی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی، اب انقلابی زبان میں گفتگو ہو رہی ہے۔

ایران سے باہر بھی ایرانی طلبہ اور ایرانی شہریوں نے اس اقدام کی حمایت میں مظاہرہ کیا ہے، نئی دہلی میں کوئی دو سو طلبہ نے امریکی سفارت خانے کے باہر مظاہرہ کیا اور شاہ کو حکومت ایران کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا، مغربی جرمنی (بون) میں تقریباً چالیس طلبہ نے امریکی سفارت خانہ کے مینارہ پر قبضہ کر لیا اور مطالبہ کیا کہ شاہ ایران کو تہران بھیجا جائے، مغربی جرمنی کی حکومت نے جگہ کو زبردستی خالی کرا لیا، اس سلسلے میں پولیس کے دو کتوں نے دو مظاہرین کو کاٹ لیا انھیں طبی امداد دی گئی، تاہم سفارت خانہ نے مظاہرین کی وہ عرضداشت وصول کر لی جس میں شاہ کو امریکہ سے نکال کر ایران بھیجنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ادھر واشنگٹن میں ایرانی مظاہرین نے امریکہ کے مجسمۂ آزادی پر ایک بیس فٹ لمبا کتبہ لگا دیا جس پر لکھا تھا کہ شاہ پر مقدمہ چلنا چاہئے۔ ڈیڑھ سو افراد نے نیویارک میں کارنل میڈیکل سنٹر کے باہر جہاں شاہ زیر علاج ہیں، زبردست مظاہرہ کیا، مظاہرین نعرے لگا رہے تھے "شاہ قاتل ہے" "شاہ کی بیماری امریکی بہانہ ہے"۔ امریکی حکومت نے بعد میں اس سلسلے میں تمام مظاہروں پر پابندی عائد کر دی۔

حکومت امریکہ کا ردِّ عمل

حکومت امریکہ نے ابتدا میں کسی اشتعال انگیز رد عمل کا مظاہرہ نہیں کیا، صدر کارٹر نے اہل امریکہ سے اپیل کی کہ وہ جذبات میں نہ آئیں، حکومت اس کا پُر امن سیاسی حل تلاش کرے گی قوم کو تسلی دینے کے علاوہ انھوں نے سابق شاہ کو ایران کے سپرد کر دینے کا مطالبہ مسترد کر دیا اور سفارتی ذرائع سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، صدر کارٹر نے اپنے دو خاص ایلچی امام خمینی اور حکومت ایران سے گفت و شنید کے لئے روانہ کئے، یہ وفد امریکہ کے سابق اٹارنی جنرل ریمزے کلارک اور ولیم ملر سینیٹ انٹلی جنس کمیٹی کے معاون پر مشتمل تھا، مسٹر ریمزے کلارک نے انقلاب ایران سے پہلے امام خمینی سے ان کی جلاوطنی کے ایام میں پیرس میں ملاقات کی تھی، وہ امام سے ملاقات کے بارے میں بہت پر امید تھے، لیکن امام خمینی نے صدر کارٹر کے ایلچیوں سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا، انھوں نے واضح کیا، امریکی حکومت نے شاہ کو پناہ دے کر ایران سے کھلی دشمنی کا ثبوت دیا ہے، اس کے علاوہ اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ امریکی سفارت خانہ ایران میں ہماری تحریک کے خلاف سازشوں کا گڑھ بنا ہوا تھا، اس لئے میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں ان خصوصی نمائندوں سے مذاکرات کروں، انھوں نے ارکان حکومت کو بھی اس سلسلے میں کسی غیر ملکی سے ملاقات کرنے سے منع کر دیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ہر سفارتی دباؤ کا مقابلہ کریں گے۔

ایران کی طرف سے اس عدم پذیرائی کی وجہ سے صدر کارٹر کے دونوں ایلچی ترکی میں رک گئے ہیں، جہاں استنبول میں انھوں نے تنظیم آزادی فلسطین کے ایک مقامی رہنما کے ذریعہ سلسلہ جنبانی

شروع کی۔

اس سفارتی اقدام میں ناکامی کے بعد امریکہ نے یہ معاملہ سلامتی کونسل میں پیش کر دیا، جہاں سلامتی کونسل نے معاملے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک قرارداد منظور کی جس میں حکومت ایران سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ یرغمالیوں سے اچھا سلوک کرے اور انہیں رہا کر دے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر والڈ ہائم نے بھی خصوصی اپیل کی کہ یرغمالیوں کو رہا کر دیا جائے۔

امریکی حکومتوں کی سفارتی سرگرمیوں میں تیزی آ گئی تھی مختلف ممالک سے اس معاملے میں امداد کی درخواست کی، مثلاً روس اور پاکستان سے کہا گیا ہے کہ وہ اس معاملے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ پاکستان نے اس درخواست کو قبول کر لیا لیکن محض انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر۔ امریکہ نے بالواسطہ تنظیم آزادی فلسطین سے بھی رابطہ قائم کیا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین کے حکومت ایران سے خوشگوار تعلقات ہیں۔ چنانچہ معلوم ہے تنظیم آزادی فلسطین کے لئے خود کو امریکہ سے تسلیم کرانے کا ایک اچھا طریقہ ہے۔

بعض دوسرے اقدامات بھی

ان سفارتی ذرائع کے علاوہ امریکہ نے دوسرے اقدامات بھی شروع کر دئے ہیں، ایران کی تین ارب ڈالر کی امداد جو سامان جنگ اور فالتو پرزوں پر مشتمل تھی روک دی، ایران کو کم و بیش پچاس ہزار طلبہ کو جو امریکہ میں بغیر ضروری کاغذات کے پہنچے ہوئے تھے تیس دن کے اندر اپنے کاغذات مکمل کرا لینے کے احکامات جاری کر دئے اور کہا ہے کہ جن لوگوں کے کاغذات درست نہیں ہونگے انہیں امریکہ سے نکال دیا جائے گا، امریکہ نے ایران سے تیل کی خریداری بند کر دی ہے اور اہل امریکہ کو کفایت سے کام لینے کی اپیل کی ہے۔ امریکہ ایران کے تیل کی کل پیداوار کا ۲۰ فیصد درآمد کرتا ہے اور یہ اس کی صرف چار فیصد ضروریات کو پوری

کرتا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت امریکہ نے ترکی کے ایک فوجی اڈہ کو استعمال کرنے کی اجازت طلب کی ہے، اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید جس طرح اسرائیل نے یوگنڈا کی قید سے اپنے یرغمال چھڑا لئے تھے، اسی طرح امریکہ بھی فوجی کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ امریکہ کے وسائل بہت وسیع ہیں اور خلیج فارس کے علاقے میں اس کا بحری بیڑا موجود ہے، وہ خلیجی ریاستوں میں اپنے اثر و رسوخ کی بدولت ایسی کارروائی کرنے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن اس سے دنیا بھر میں شدید خلفشار کے پیدا ہونے اور تیسری عالمگیر جنگ کے چھڑ جانے کا خدشہ موجود ہے، جیسے جوہری توانائی کی بے پناہ تباہ کاریوں کے پیش نظر شروع کرنے کا کوئی بھی حوصلہ نہیں، چنانچہ معلوم ہوتا ہے انہیں وجوہ سے امریکہ نے اس افواہ کی بڑی وضاحت سے تردید کی ہے اور کہا ہے کہ امریکہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، وہ گفت و شنید کے ذریعہ ہی اس مسئلہ کو حل کرے گا۔

بین الاقوامی ردعمل

تہران میں امریکی سفارت خانہ پر ایرانی طلبہ کا قبضہ نہایت غیر معمولی واقعہ ہے، یہ مجموعے اور فتنہ بہادز کا مقابلہ ہے، اس واقعہ نے ساری دنیا کی توجہ مبذول کرالی ہے، اس کے اثرات دور رس ہو سکتے ہیں اور تیسری جنگ عظیم کا خطرہ بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس لئے بعض نمایاں عالمی شخصیتوں نے اپنی ذاتی حیثیت میں اس قضیے کو نمٹانے کی کوشش کی ہے۔

پاپائے روم نے اپنا خاص ایلچی امام خمینی سے ملاقات کیلئے بھیجا، امام نے خود تو ملاقات نہیں کی لیکن ان کے ایک معتمد آیت اللہ کو بیتی نے ملاقات کی۔

نئی دہلی سے تبت کے سابق روحانی پیشوا دلائی لامہ نے بھی امام خمینی سے ذاتی اپیل کی، تنظیم آزادی فلسطین کے وفد نے بھی سرگرمی دکھائی ہے، پاکستان کے عالمی چیمپین محمد علی نے

ایک انوکھی پیشکش کی، اس نے کہا کہ اگر حکومت ایران شاہ کے عوض میں لیے یرغمال رہا کرنا چاہے تو وہ شاہ کی حوالگی تک امریکی یرغمالیوں کے عوض میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے، اگر ایرانی اسے گولی بھی مار دیں تو اسے اس کی پروا نہیں، اسے یقین ہے کہ ایرانی اس سے اچھا سلوک کریں گے کیونکہ وہ مسلمان ہے اور اس نے آیت اللہ خمینی کے بارے میں ہمیشہ اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ایک عام آدمی کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر امریکہ سابق شاہ کو پناہ دینے پر کیوں مصر ہے؟ امریکہ کا اس وقت تک یہ عذر ہے کہ شاہ ایک مریض ہے، اسے سرطان کا عارضہ ہے جو مہلک ہو سکتا ہے، اور طویل عرصہ تک علاج چاہتا ہے، آخر وہ اس انسانی ہمدردی کو کس طرح ترک کر دے، مزید برآں ماضی میں شاہ کے امریکہ سے بہت خوشگوار تعلقات رہے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر شاہ کو اس طرح ایران کے سپرد کر دیا گیا تو دنیا کے دیگر ملکوں میں امریکہ کے تمام دوست خواہ امریکہ سے دست کش ہو جائیں گے، اور پھر امریکہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے، اس کا ایران سے دب جانا اس کے وقار کے خلاف ہے، چنانچہ ہنری کسنجر نے امریکی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ اس بلیک میلنگ کو قبول نہ کرے۔

ان عذرات کے اندر ہی امریکی حکمت عملی کی خامیاں پوشیدہ ہیں، ایران کا موقف اصولی طور پر مضبوط ہے کہ ایک شخص کیلئے پوری قوم کو قربان نہیں کرنا چاہئے۔ ایران کا دعویٰ ہے کہ شاہ قتل سے بھی بڑا مجرم ہے، اس نے ایرانی قوم پر بے پناہ ظلم و ستم ڈھائے ہیں، اس سلسلے دنیا کی کسی حکومت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ شاہ کو پناہ دے اور پھر امریکہ اقوام کے بجائے افراد پر کیوں انحصار کرتا ہے، جب وہ انسانی حقوق کا علمبردار بنتا ہے تو قوموں کے حق خود اختیاری کو کیوں تسلیم نہیں کرتا۔ شاہ اگر بیمار ہے تو اس کی بیماری ثابت کرنے کے لئے ایرانی ڈاکٹروں کو معائنہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتا ہے اور پھر اگر واقعی وہ بیمار ہو تو وہ یہ وعدہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کی صحت یابی کے بعد اسے ملک سے نکال دیا جائے گا، اگر اس نے شاہ کی جلاوطنی کے شروع میں اس سے امریکہ میں قیام کرنے سے معذوری ظاہر کر دی تھی تو اب کس بنیاد پر اس کے متعلق قیام کی تمہید باندھی گئی ہے۔

ایران کا موقف

سابق شاہ نے ماضی میں امریکہ کا پولیس مین بن کر عالم اسلام کے خلاف جو کردار ادا کیا، وہ انقلابی حکومت کو سخت ناگوار ہے شاہ کی حکومت اسرائیل کے لئے باعث تقویت تھی، اسے اپنی ضرورت کے مطابق ایران سے تیل مل رہا تھا۔ سامراجی طاقتوں نے سابق شاہ کو اپنا ہیرو بنایا ہوا تھا اور شاہ کی اقتدار سے محرومی سے ان کے مفادات کو زبردست دھچکا لگا ہے، تہران میں امریکی سفارت خانے سے ایسی دستاویزات ملی ہیں جن سے ایران کی انقلابی حکومت کے خلاف امریکہ کی تخریبی منصوبہ بندی کا پتہ چلتا ہے

انقلابی کونسل نے یرغمالیوں کی رہائی کے لئے تین شرائط رکھی ہیں ۱۔ پہلی یہ کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ شاہ کے مجرم ہونے کا احتمال ہے، دوسری یہ کہ اس کے تمام اثاثے ایران کو واپس کئے جائیں، تیسری یہ کہ اس کے خلاف مقدمہ چلانے کیلئے ایک بین الاقوامی کمیشن قائم کیا جائے جو اس پر مقدمہ چلائے، اگر وہ بے گناہ ثابت ہوا تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا، ایران کی وزارت خارجہ نے وضاحت کی ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایران شاہ کی واپسی کے مطالبے سے دستبردار ہو گیا ہے، اسی اثناء میں ایران نے ان دو معاہدوں کو منسوخ کر دیا ہے جن کی رو سے روس اور امریکہ ایران میں اپنا فوجی تسلط مختلف وجوہ کی بنا پر قائم کر سکتے تھے، اب امریکہ کی دخل اندازی کی صورت میں روس دخل نہیں دے سکتا اور روس کی دخل اندازی پر امریکہ کوئی اقدام نہیں کر سکتا

شاہ کا ردعمل

سابق شاہ جو نیویارک کے کورنل میڈیکل سنٹر میں پتے کے آپریشن کے بعد آرام کر رہے ہیں، اس عالمی بے چینی سے بے خبر نہیں انھوں نے کہا ہے کہ میں اپنے میزبان امریکہ کو کسی الجھن میں ڈال

نہیں جانا چاہتا اور جونہی ڈاکٹروں نے مجھے اجازت دی میں امریکہ سے چلا جاؤں گا۔

ادھر مصر کے صدر انور السادات نے شاہ کو دعوت دی کہ وہ مصر میں فروکش ہو جائیں، یہاں انھیں ہر طرح کی سہولت دستیاب ہوگی۔ انھوں نے کہا ہے کہ سابق شاہ نے ہر مشکل وقت میں مصر کی مدد کی ہے، اس لئے اس احسان کا بدلہ چکانا مصر کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ نے اصولی طور پر اس دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ مصر کے ایک ہفت روزہ "البعث" کے مطابق شاہ نے مصر میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا ہے۔

بظاہر اس دعوت کو قبول کرنے کے سوا شاہ کے پاس کوئی اور چارہ کار بھی نہیں، دنیا کا کوئی اور ملک بجز اسرائیل اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، اس کا سابق میزبان میکسیکو بھی اس کی میزبانی میں متزلزل ہو گیا ہے، چنانچہ اس نے اعلان کر دیا ہے کہ اگر شاہ دوبارہ میکسیکو آئے تو انھیں پھر سے ٹورسٹ ویزا لینا ہوگا۔ ایران کی دھمکی سے میکسیکو اتنا مرعوب ہوا ہے کہ اس نے تہران میں اپنا سفارت خانہ بند کر دیا اور اپنا سفارتی عملہ واپس منگوا لیا ہے، تاکہ اس کا بھی حشر امریکہ کی طرح نہ ہو۔

تازہ ترین صورت حال

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ امریکی حکومت نے ایرانی تیل کی خریداری بند کر دی ہے، حکومت ایران کا کہنا ہے کہ اس نے امریکہ کو تیل کی فراہمی بند کرنے کا پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے امریکہ نے تیل کی مطلوبہ ضروریات پوری کرنے کا اہتمام کر لیا تھا، اس کے علاوہ اس نے نئی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کفایت کی مہم بھی شروع کر دی ہے۔

ایران کو بھی تیل کی فروخت میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کیونکہ اس کے بے شمار گاہک ہیں، امریکہ ایران کو پریشان کرنے کے لئے اس کی غذائی امداد روک سکتا ہے، کیونکہ ایران کی غذائی ضروریات کا بیشتر دارومدار امریکہ پر ہے

شاید اسی چیز کے پیش نظر سفارت خانے پر قابض ایرانی طلبہ نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے، گویا امریکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ ہم فاقہ کر لیں گے مگر اپنے عزم و ارادہ سے دستکش نہیں ہونگے۔

ایران نے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا ہے کیونکہ امریکی اقدامات کے نتیجے میں عالمی امن کو خدشہ درپیش ہے، یرغمالیوں کی رہائی کے لئے شرائط پیش کر کے اور سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر کے ایران نے اس تعطل کو ختم کرنے کی طرف مثبت قدم اٹھایا ہے جو ۴ نومبر سے اب تک چلا آ رہا تھا۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق امریکی ایوان نمائندگان نے ایران کی فوجی اور اقتصادی امداد بند کرنے کی منظوری دے دی ہے، امداد کی بحالی پر اس وقت تک غور نہیں ہوگا جب تک تہران میں امریکی سفارت خانہ کے عملے کو رہا نہیں کیا جاتا۔ ادھر ایرانی حکومت کے اس اعلان پر کہ ایران اپنا بارہ ارب ڈالر کا سرمایہ امریکی بینکوں سے نکلوا لے گا کیونکہ اس سرمائے کی رائلٹی سابق شاہ کو ادا کی جا رہی ہے، امریکی حکومت نے اپنے تمام بینکوں کو حکم دیا ہے کہ حکومت ایران کے تمام حسابات منجمد کر دئے جائیں، وجہ اس کی یہ بیان ہوئی ہے کہ امریکیوں نے حکومت ایران سے جو رقم لی ہے اس کا تحفظ کیا جا سکے۔

حکومت ایران نے امریکی طیاروں اور جہازوں کو ایران کی فضائی اور سمندری حدود میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی ہے اور ایک اطلاع کے مطابق امریکہ اور برطانیہ کے جنگی جہاز خلیج فارس پہنچ گئے ہیں (بظاہر وہ چار ماہ بیشتر طے کردہ جنگی مشقوں میں حصہ لینے کے لئے پہنچے ہیں) حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور دنیا بھر کی نگاہیں اس کشمکش پر لگی ہوئی ہیں، ایک چھوٹی سی طاقت کا جو ابھی بحرانی حالت میں مبتلا ہے، جسے ابھی اپنی داخلی انتشار پر بھی پوری طرح قابو نہیں تھا، اس طرح دنیا کی سب سے بڑی قوت سے ٹکر لینا سب کے لئے باعث حیرت ہے (باقی آئندہ)

مولانا اخلاق حسین قاسمی

جماعتِ اسلامی سے اختلافات کے حدود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

جماعت اسلامی کا نصب العین قرآنی الفاظ میں "اقامت دین" ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس مقصد کے حصول میں ملت اسلامیہ کا ایک ایک فرد جماعت کے ساتھ تعاون کرتا۔ لیکن یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ بعض مسلم اکابرین اور جماعتیں جماعت کو بدنام کرنے کے لئے ہتھکنڈوں اور افتراء سے بھی گریز نہیں کر رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان حضرات میں سے کچھ لوگوں کو احساس ہو رہا ہے، چنانچہ پچھلے دنوں جمعیۃ العلماء کے ایک ذمہ دار مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کا ایک بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں مولانا نے انصاف سے کام لے کر جماعت اسلامی کے حق میں چند کلمات خیر کہے ہیں، ذیل میں یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ ابھی ہمارے بہت سے معتقد حضرات شعوری یا غیر شعوری طور پر باطل طاقتوں کا آلہ کار بن رہے ہیں جن کا نمونہ ایک دوسرا مضمون ہے جو مولانا قاسمی کے مضمون کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اکابرین کو احقاق حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی بعض دینی و تاریخی تشریحات سے علماء کرام کو اختلاف ہے اور ان پر کھلے طور پر نکتہ چینی کی جاتی ہے، لیکن اس اختلاف کے ساتھ اس بات کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی سے ایک بنیادی اختلاف کمیونسٹوں کو بھی ہے اور اس اختلاف سے کسی مکتب فکر کے مسلمان اور علماء کو دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

جو دینی جذبہ ہمیں مودودی صاحب کے بعض خیالات پر نکتہ چینی کرنے کی ترغیب دیتا ہے وہی جذبہ ہمیں زور دیتا ہے کہ کمیونسٹ حلقوں کی طرف سے جو کھلا اور چھپا پروپیگنڈہ جماعت اسلامی کے خلاف کیا جاتا ہے ہم اسے تقویت نہ پہنچائیں۔

ہمارے بعض اکابر مولانا مودودی صاحب کے بعض خیالات سے اختلاف رکھتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ان کا یہ اعتراف بھی موجود ہے کہ کمیونزم کی گمراہی کو بے نقاب کرنے کے لئے اور مسلم نوجوانوں کو کمیونزم کے سیلاب سے بچانے کے لئے جو لٹریچر مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے دوسرے اہل قلم نے تیار کیا ہے، وہ مسلمانوں پر احسان عظیم ہے، کمیونزم کو جماعت اسلامی کے خلاف جو شدید غم و غصہ ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ،

مودودی صاحب اور ان کے رفقاء نے ہر محاذ پر کمیونزم کی گمراہی کو شکست دی ہے، بھٹو مرحوم کی تحریک میں کمیونسٹ حلقوں نے مسلم عوام کو جماعتِ اسلامی کے خلاف جس طرح بھڑکایا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اب پھر کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے باقاعدہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ آر ایس ایس اور جماعتِ اسلامی کے خلاف تحریک شروع کرے گی۔

یہ انتہائی دلچسپ لطیفہ ہے کہ آر ایس ایس کے خلاف سیاسی مورچہ بندی میں جماعتِ اسلامی کو بیلنس کے طور پر ساتھ رکھا جاتا ہے لیکن میں اس بات پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ محض جماعتی رقابت کی وجہ سے ہمارے کچھ حضرات اس محاذ آرائی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

کیا ہمارے نزدیک جماعتِ اسلامی کفر و الحاد پھیلانے کا کام کر رہی ہے؟ ـــــ معاذ اللہ! جزوی اختلافات کا مسئلہ الگ ہے، لیکن کیا توحید و نبوت اور اسلامی تعلیمات کی خدمت اور تبلیغ و تعلیمات کے مشن میں دوسرے علماء کرام اور جماعتِ اسلامی کی راہیں متضاد ہیں؟ ہمیں اختلافی معاملات کے جوش میں ہوش نہ کھونا چاہئے، یہ مسئلہ آخرت کی جوابدہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اگر ہم کمیونسٹ پروپیگنڈہ کو تقویت پہنچانے کی غلطی کریں گے اور اس بات کو ازراہِ دیانت محسوس نہیں کریں گے کہ اس غلطی سے دینِ اسلام کی خدمت کے کام کو دھکا پہنچے گا اور ہم اس میں مسئول ہوں گے تو یہ آخرت کے بہت بڑے نقصان کا سودا ہوگا۔

میں ہر مکتبِ فکر کے علماء ـــ سے دردمندانہ طور پر یہ عرض معروض کر رہا ہوں، میرے خیال میں ہندوستان میں جو موجودہ صورتحال ہے اس کے اندر امریکی اور روسی لابیاں اور زیادہ سرگرمِ عمل ہوں گے اور ہندوستان کے سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے دونوں گروپ پوری طرح تصادم کی راہوں پر آگے بڑھیں گے۔

افغانستان میں کمیونسٹ طاقت ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے کہ اس کے قدم وہاں مضبوطی کے ساتھ جم جائیں، ہندوستان میں بھی کمیونسٹ پارٹی حرکت میں آچکی ہے، لیکن ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں، ہمیں ہندوستان میں دینِ حق کی حفاظت کرنے والی جماعتوں اور حلقوں کے درمیان کم از کم اتنا اتحاد اور خیر خواہی کا تعلق قائم کرنے سے دلچسپی ہے کہ ہندوستان میں دینی دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے کمیونسٹ پروپیگنڈہ کے مقابلہ میں دینی جماعتوں کے ساتھ ہمدردی رکھیں۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسلم پرسنل لا کے خلاف جو تحریک چلائی گئی اس میں ہندو فرقہ پرستی اور کمیونسٹ تحریک دونوں شانہ بشانہ رہے، کیونکہ ہندوستانی مسلمانوں کی انفرادیت کو جس طرح ہندو فرقہ پرستی برداشت نہیں کرتی، اسی طرح یہ نام نہاد ترقی پسند بھی برداشت نہیں کرتے۔

یہ چند سطریں میں اس تاثر کے تحت لکھ رہا ہوں کہ موجودہ سیاسی تبدیلی میں بائیں بازو کی جماعتوں نے میدان میں آنے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں اور اس میں جہاں انھوں نے آر ایس ایس کے خلاف مورچہ لگانے کا اعلان کیا ہے وہیں جماعتِ اسلامی کو نشانہ بنانے کی تیاریاں بھی کر رہی ہیں۔ اس لئے ہندوستان کے دینی حلقوں اور ہر مکتبِ خیال کے علماء کرام کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ جماعتِ اسلامی کے ساتھ اختلاف اور اتفاق کے حدود کو سامنے رکھیں اور جماعتی عصبیت کے تباہ کن اثرات سے غافل نہ ہوں۔

بقیہ [illegible] :- کیا ایرانی حکومت اس مسئلے کو ہوا دے کر اپنے اندرونی اضطراب [illegible] عوام کی توجہ دوسری طرف مبذول کرانا چاہتی ہے؟ اگر یہ انقلابی حکومت کے اس عزم و ایمان کا مظاہرہ ہے [illegible] کیونکہ اصل قوت ایمان اور استقامتِ حق ہے، ایران کے اس عزم کو سمجھنے کے لئے [illegible] اس اسلامی لہر سے بھی [illegible] بہرحال زیادہ مشکل ہے

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

(بہ شکریہ زندگی)